الفضل

ہفت روزہ

انٹرنیشنل

مدیر أعلیٰ: نصیر أحمد قمر

جلد ۳ جمعۃ المبارک ۲۲ مارچ ۱۹۹۶ء شمارہ ۱۲

ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

یہ جماعت اب دن بدن بڑھ رہی ہے۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ بڑھے۔ پس یہ بڑھے گی اور ضرور بڑھے گی

"اگر کوئی شخص ہماری جماعت سے نفرت کرتا ہے تو کرے۔ لیکن اسے کم از کم غیرت اسلام کے تقاضا سے اور اسلام کی موجودہ حالت کے لحاظ سے یہ بھی تو ضرور ہے کہ وہ کسی ایسی جماعت کو تلاش کرے اور اس کا پتہ دے جو حجج و براہین اور خدا تعالیٰ کے تازہ نشانات اور روشن آیات سے کسرِ صلیب کر رہی ہو۔ مگر میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ خواہ شرقاً غرباً شمالاً جنوباً کہیں بھی چلے جاؤ اس جماعت کا پتہ بجز میرے نہیں ملے گا۔ اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے اس غرض کے واسطے مجھے ہی مبعوث کر کے بھیجا ہے۔ میرے دعویٰ کو سن کر نری بدظنی اور بدلگامی سے کام نہ لو بلکہ تمہیں چاہئے کہ اس پر غور کرو اور منہاج نبوت کے معیار پر اس کی صداقت کو آزماؤ۔ انسان ایک پیسے کا برتن لیتا ہے تو اس کی بھی دیکھ بھال کرتا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہماری باتوں کو سنتے ہی بغیر فکر کئے گالیاں دینی شروع کرتے ہیں۔ یہ بہت ہی نامناسب امر ہے۔ جو طریق میں نے پیش کیا ہے اس طرح پر میرے دعویٰ کو آزماؤ اور پھر اگر اس طریق سے بھی تم مجھے کاذب پاؤ تو بے شک افسوس کے ساتھ چھوڑ دو۔ لیکن میں تمہیں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ میں مفتری نہیں ہوں بلکہ وہی ہوں جس کا وعدہ نبیوں کی زبانی ہوتا چلا آیا ہے۔ جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کہا ہے وہی مسیح موعود ہوں جو چودھویں صدی میں آنے والا تھا اور جو مہدی بھی ہے۔ مجھے وہی قبول کرتا ہے جس کو خدا تعالیٰ اپنے فضل سے دیکھنے والی آنکھ عطا کرتا ہے اور یہ جماعت اب دن بہ دن بڑھ رہی ہے۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ یہ بڑھے پس یہ بڑھے گی اور ضرور بڑھے گی"۔ (ملفوظات جلد ۸ [مطبوعہ لندن] صہ ۱۴۵، ۱۴۶)

دنیوی زندگی کی ایسی پیاس جو خدا کے فیض سے خالی ہو وہ سوائے سراب کے کچھ نہیں

وہ اندھاپن جو روشنی کا اندھاپن ہو وہ بہت خطرنک ہوتا ہے

(خلاصہ خطبہ جمعہ، ۸ مارچ ۱۹۹۶ء)

لندن [۸ مارچ]: سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج مسجد فضل لندن میں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہوئے سورہ النور کی آیات ۴۰ اور ۴۱ کی تلاوت کے بعد نور کے برعکس ظلمت کے مضمون کو تفصیل سے احباب کے سامنے رکھا۔ حضور نے فرمایا کہ اس سے قبل قرآن مجید، احادیث اور ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روشنی میں نور کے موضوع پر خطبات دئے تھے۔ نور کے برعکس ظلمت ہے اور نور کے پانے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے وہ جڑی بوٹیاں اور گند صاف کئے جائیں جو ظلمت کی پیداوار ہیں۔

حضور انور نے اپنے خطبہ میں اس سوال کا بھی تفصیل سے جواب سمجھایا کہ جب نور میں غالب آنے کی طاقت ہے اور ایک دفعہ جب نور آ جائے تو پھر رفتہ رفتہ وہاں ظلمتیں کیوں پھیل جاتی ہیں؟ حضور ایدہ اللہ نے قرآنی آیات کی روشنی میں بتایا کہ بعض اوقات انسان ایک چیز کو نور سمجھ کر اس کی طرف لپکتا ہے حالانکہ وہ نور نہیں ہوتا۔ اس کی مثال سراب کی ہے۔ سراب بھی روشنی کی تیزی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ روشنی نہ ہو تو سراب کا کوئی وجود ہی نہیں ہوتا۔ اس میں انسان سمجھتا ہے کہ مجھے ایک چیز نظر آ رہی ہے اور مجھے سب کچھ معلوم ہے اور کسی کی رہنمائی کی ضرورت نہیں اور ایسا شخص بے روک ٹوک اپنے بد انجام کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے اور جب آخری انجام کو پہنچتا ہے تو اسے پتہ چلتا ہے کہ جسے وہ زندگی کا پانی سمجھ کر اس کی طرف دوڑتا چلا جا رہا تھا وہ دراصل موت کی پیاس تھی۔ حضور نے فرمایا کہ وہ اندھاپن جو روشنی کا اندھاپن ہو وہ بہت خطرناک ہوتا ہے۔

حضور نے فرمایا کہ جتنی کسی انسان کی دنیا کی پیاس بڑھے اتنا ہی وہ اپنے نفس کو دھوکہ دیتا چلا جاتا ہے۔ اگر آپ کو دنیا کی پیاس نہ ہو تو آپ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ دنیا والے جن چیزوں کی طرف بڑھتے ہیں ان چیزوں کے ملنے سے ان کی پیاس نہیں بجھتی بلکہ ان کی طلب بڑھتی چلی جاتی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ زندگی کی ایسی پیاس جو خدا کے فیض سے خالی ہو، جو عشق خدا سے عاری ہو وہ سوائے سراب کے کچھ نہیں اور ایسی دنیوی زندگی کبھی بھی انسان کو اطمینان قلب نہیں بخشتی۔ یہ اصول انفرادی سطح پر بھی چسپاں ہوتا ہے اور اجتماعی سوسائٹی پر بھی۔

باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

مختصرات

خلافت حقہ اسلامیہ احمدیہ میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے فضل و کرم سے ایسے خلیفہ کی قیادت اور امامت سے نوازا ہے جس پر خدائی تائید کی مہر تصدیق ثبت ہے اور ہر روز نئی سے نئی خدائی تائیدات اس حقیقت کو روشن تر کرتی چلی جاتی ہیں کہ واقعی خلیفہ خدا تعالیٰ کے اذن اور امر سے بنتا ہے اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی تائید کا سایہ اس کے سر پر ہوتا ہے۔

خلیفہ وقت کے ارشادات کو سننا، یاد رکھنا اور ان پر دل و جان سے عمل کرنا ہمارا فرض بھی ہے اور کامیابی کی ضمانت بھی۔ عربی زبان میں کہا جاتا ہے کہ کلام الامام امام الکلام کہ جو کلام امام وقت کی زبان سے جاری ہوتا ہے وہ دیگر سب لوگوں کے کلام کے مقابلہ میں نمایاں طور پر امامت کی شان رکھتا ہے اور سب پر فائق ہوتا ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات میں خواہ وہ خطبات جمعہ ہوں، دیگر خطابات ہوں یا مختلف مجالس میں بیان ہونے والے ارشادات ہوں۔ یہ شان امامت بہت ہی واضح طور پر نظر آتی ہے۔ ان ارشادات کی معجزانہ تاثیرات بھی ثابت کرتی ہیں کہ خدائی تائید و نصرت سے جاری ہونے والا امام وقت کا کلام واقعی سب کلاموں کا امام ہے۔ ان ارشادات کی قدر و قیمت کا احساس کرتے ہوئے ان سے بھرپور استفادہ کرنا ہمارا فرض ہے۔

گزشتہ ہفتہ کے ایم ٹی اے کے پروگرام "ملاقات" کی مختصر ڈائری پیش ہے۔

ہفتہ، ۲ مارچ ۱۹۹۶ء.

حسب معمول حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے بچوں کی کلاس لی۔ سب سے پہلے حضور انور نے بچوں سے حضرت مصلح موعودؓ کے متعلق سوالات کئے۔ پھر ایک بچی نے جماعت کی پانچ تنظیمات کے بارہ میں تقریر کی۔ بعد ازاں کچھ بچوں نے نظمیں پڑھیں۔ آخر میں حضور انور نے فرمایا کہ نئے آنے والے بچوں کو رجسٹر کیا جائے۔ نیز فرمایا کہ آئندہ کبھی اچانک آپ ایدہ اللہ بچوں سے حضرت مصلح موعودؓ کے بارہ میں سوالات کریں گے اور جو بچے جواب نہ دے سکیں گے ہو سکتا ہے کہ انہیں کلاس میں آنے سے روک دیا جائے۔

اتوار، ۳ مارچ ۱۹۹۶ء.

آج کی مجلس میں غانا اور نائیجیریا کے انگریزی دان احباب نے حضور انور سے "ملاقات" کی۔ حضور انور نے ان کے درج ذیل سوالات کے جوابات عطا فرمائے.

☆ جب آپ پاکستان سے برطانیہ آئے تو آپ نے یہاں کی طرز زندگی کو کیسا پایا (کیسے Coup کیا)؟

☆ جماعت احمدیہ کا فعال رکن کیسے بنا جا سکتا ہے؟

☆ خون کا عطیہ دینے کے بارے میں چند امور کی وضاحت۔

☆ برطانیہ میں نسلی امتیاز کی صورت حال پر آپ کا کیا تبصرہ ہے اور ہم اس صورت حال میں کیا اصلاحی کردار ادا کر سکتے ہیں؟

☆ "کل من علیہا فان" اور "اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض" میں بظاہر جو تضاد نظر آتا ہے اس کا حل کیا ہے؟

☆ وقف نو کے بچوں کے لئے بڑے ہو کر مبلغ بننا ضروری ہے یا وہ دیگر علوم کی تعلیم حاصل کر کے بھی جماعت کی خدمت کر سکیں گے؟

☆ اسلام دنیا کا سب سے زیادہ ترقی پذیر مذہب ہے اور اسلام کے اندر جماعت احمدیہ سب سے زیادہ تیزی سے ترقی کر رہی ہے۔ اس سلسلہ میں احمدی نوجوان کیا کردار ادا کر سکتے ہیں؟

☆ قیامت کے روز انسانوں کا حشر و نشر کس جسم کے ساتھ اور کس صورت میں ہوگا؟

سوموار ۴ مارچ ۱۹۹۶ء.

رمضان المبارک کے بعد سے پروگرام میں کچھ تبدیلی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے یعنی اب بدھ اور جمعرات کی بجائے قرآن کریم کے ترجمہ کی کلاسز سوموار اور منگل کو ہوتی ہیں۔ چنانچہ اس کے مطابق آج ترجمۃ القرآن کی کلاس نمبر ۱۱۶ ہوئی جس میں حضور انور نے سورہ ھود کی آیت نمبر ۱ تا ۱۳ کا ترجمہ و تشریح بیان فرمائی۔

منگل ۵ مارچ ۱۹۹۶ء.

آج ترجمۃ القرآن کی کلاس نمبر ۱۱۷ ہوئی۔ جس میں حضور ایدہ اللہ نے سورہ ھود کی

باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

☆ بقیہ مختصرات

آیت نمبر ۱۴ تا ۲۵ کا آسان فہم ترجمہ، نیز ضروری مقامات کی تشریح بیان فرمائی۔ آپ نے آیت نمبر ۱۸ میں "و یتلوہ شاھد منہ" کی قدرے تفصیل سے تفسیر بیان فرمائی۔

بدھ ۶ مارچ ۱۹۹۶ء.

آج ہومیوپیتھی کی کلاس نمبر ۱۴۳ ہوئی۔ اب تک کی کلاسز میں حضور انور ایدہ اللہ دوائیوں اور ان کی علامات کے بارہ میں بیان فرماتے تھے۔ یعنی پہلے دوائیوں سے بیماریوں کی طرف سفر تھا۔ حضور نے فرمایا کہ آج سے واپسی کا سفر شروع ہوگا۔ بیماریوں سے دوائیوں کی طرف کا سفر۔ یعنی جب ایک مریض آتا ہے تو کس طرح اس کی علامات پوچھ کر دوا تجویز کی جائے۔ اس سلسلہ میں آپ نے آج نزلہ و زکام کی مختلف اقسام اور ان کے لئے ادویہ کے بارہ میں تفصیل سے بتایا۔ اور اپنے تجربات بھی بیان فرمائے۔ نیز حضور ایدہ اللہ نے وائرس کے بارہ میں تفصیلی گفتگو فرمائی۔

جمعرات ۷ مارچ ۱۹۹۶ء.

آج کی ہومیوپیتھی کلاس میں جو اس سلسلہ کی ۱۴۴ ویں کلاس تھی، حضور نے نزلہ، زکام، مرگی اور دمہ کے امراض میں استعمال ہونے والی مختلف ادویہ کے بارہ میں بتایا۔

جمعۃ المبارک ۸ مارچ ۱۹۹۶ء.

آج اردو بولنے والے احباب کے ساتھ مجلس سوال و جواب ہوئی۔ اس مجلس میں حسب ذیل سوالات کئے گئے۔

☆ ایک صاحب نے کہا کہ بچپن سے میرے دماغ میں ایک سوال ہے جو حل نہیں ہو رہا۔ سوال یہ ہے کہ جب ہم خدا تعالیٰ کو دعا میں مخاطب کرتے ہیں تو ہم ادب کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ کیوں نہیں کہہ سکتے کہ:

اے خدا آپ یہ کر دیں۔ یا میری دعائیں قبول کریں"

یہ کیوں کہتے ہیں کہ: "اے خدا ایسے کر دے، ویسا کر دے"؟

☆ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ ؎

میں کبھی آدمؑ، کبھی موسیٰؑ، کبھی یعقوبؑ ہوں
نیز ابراہیمؑ ہوں، نسلیں ہیں میری بے شمار

نیز فرمایا ہے "جری اللہ فی حلل الانبیاء"۔ غیر از جماعت لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ انکو اس کا کیسے جواب دیا جائے؟

☆ قرآن مجید میں ہے کہ "لاتزر وازرۃ وزر اخریٰ" دوسری طرف ہم کئی مواقع پر کہتے ہیں کہ مثلاً ۱۰۰ سال پہلے یا ۵۰ سال پہلے فلاں جگہ کے لوگوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی مخالفت کی تھی اور اس وجہ سے اب تک ان پر عذاب آ رہا ہے۔ اس طرح تو ہم مسئلہ کفارہ کے بہت قریب آ جاتے ہیں اور کیا یہ اس آیت کے خلاف نہیں ہے؟

☆ بعد از موت انسان کو اس کے اعمال اور ایمان کے مطابق جزا ملتی ہے جبکہ اعمال کا تعلق جسم سے ہے اور ایمان کا روح سے ہے۔ ایسا کیوں ہے؟

☆ قرآن کریم میں ایک جگہ یہ ہے کہ "لاتزر وازرۃ وزر اخریٰ" اور دوسری جگہ ہے کہ "بعض لوگ اپنے بوجھوں کے علاوہ دوسرے لوگوں کا بوجھ بھی اٹھائیں گے"۔ ان دونوں آیات کی تطبیق کیسے کی جا سکتی ہے؟

☆ اولاد کو ورثہ میں بیماریاں ملتی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ والدین کی دانستہ یا نادانستہ بے احتیاطیوں کی سزا اولاد کو کیوں ملتی ہے؟

☆ کیا تبلیغ کے دوران ہم علامہ اقبال اور دیگر معاند شعراء کے اشعار پیش کر سکتے ہیں؟

☆ دعا "انک عفو تحب العفو فاعف عنی" جس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ القدر پانے پر پڑھنے کا ارشاد فرمایا ہے کیا یہ دعا باقی اوقات میں بھی پڑھ سکتے ہیں؟

☆ یہود و نصاریٰ کا مشرک ہونا آیت "قالت الیہود عزیر ابن اللہ و قالت النصاریٰ المسیح ابن اللہ" سے ثابت ہے۔ لیکن ہم انہیں مشرک نہیں کہتے اور ان سے شادی کرنا بھی جائز سمجھتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

☆ وفات کے بعد انسان کی روح کا اس دنیا سے کسی بھی رنگ میں کوئی تعلق باقی رہتا ہے یا نہیں؟

☆ کیا سور کے اعضاء انسان میں لگانے سے انسان کے اخلاق و عادات پر سور کی عادات کا اثر پڑے گا؟

☆ کیا عزیزوں اور بزرگوں کی قبروں پر احترام کے طور پر پھول رکھے جا سکتے ہیں یا نہیں؟ سائل نے کہا کہ میں تو ہمیشہ پھولوں کی جگہ دعاؤں کا گلدستہ ہی مرحومین کو پیش کرتا ہوں لیکن یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اس ممانعت کی کیا وجہ اور حکمت ہے؟

☆ انسان اپنی زندگی میں کس قسم کا صدقہ جاریہ چھوڑ جائے کہ مرنے کے بعد اس کا ثواب ملتا رہے؟

☆ حضرت آدمؑ کے قصہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدمؑ کو پیدا کیا تو فرشتے اس وقت کچھ چھپا رہے تھے۔ سوال ہے کہ وہ کیا چھپا رہے تھے؟

☆ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی زندگی کی مدت مقرر کر دی ہے۔ اگر کسی کی لمبی زندگی کے لئے دعا مانگی جائے تو کیا وہ قبول ہوتی ہے یا نہیں؟

☆ بعض اوقات نماز میں حضور قلب نہیں ہوتا۔ اس کے حصول کے لئے کیا کیا جائے؟

☆ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ "شیبتنی ھود" یعنی سورہ ھود نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے لیکن روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ میں جسمانی لحاظ سے کوئی زیادہ تبدیلی نہیں آئی تھی۔ حضور سے ان کی وضاحت کی درخواست ہے۔

☆ اگر کوئی شخص رؤیا میں کسی دوسرے شخص کے متعلق کچھ دیکھے تو کیا اسے وہ رؤیا بتا دینا چاہئے؟

(ع ۔ م ۔ ر)

احادیث النبی ﷺ

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ: اِنَّ هُنَا اَقْوَامًا حَدِيْثًا عَهْدُهُمْ بِشِرْكٍ يَأْتُوْنَا بِلُحْمَانٍ لَا نَدْرِيْ يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا اَمْ لَا. قَالَ: اُذْكُرُوْا اَنْتُمْ اِسْمَ اللّٰهِ وَكُلُوْا۔ (بخاری کتاب التوحید۔ باب السؤال اللّٰہ تعالیٰ والاستعاذۃ بہ)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہؓ نے دریافت کیا کہ حضور کچھ لوگ جو کفر سے نئے نئے نکلے ہیں ہمارے پاس گوشت لے کر آتے ہیں اور ہمیں علم نہیں کہ انہوں نے جانور کو ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھی بھی یا نہیں۔ کیا ہم گوشت کھا سکتے ہیں؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ تم خود اس پر بسم اللہ پڑھ لو اور بخوشی کھاؤ۔

جہد مسلسل کی تصویر

(مولوی ابوالمنیر نورالحق صاحب کی وفات پر انکے بچوں کی طرف سے)

تیرے بن کتنی دلگیر   جیون لمحوں کی زنجیر
تو جو گیا تو بھر بھر آئے   دل میں دکھ آنکھوں میں نیر
تیری حیات تھی دنیا میں   جہد مسلسل کی تصویر
تیری فضیلت کا طرہ   علم حدیث، علم تفسیر
وقف دین احمد تھی،   تیری چپ، تیری تقریر
ہر دم حق کا ساتھ دیا   دیکھ لی حق کی جب تنویر
تیرے نام کی نسبت سے   ہم سب کی عزت، توقیر
تیرے سوا ہم پائیں کہاں   شفقت چاہت کی جاگیر
فخر ترا اور ہم سب کا   حضرت صاحب کی تحریر(۱)
تیری دعاؤں کا مخزن   اپنا اثاثہ اور جاگیر
رب العزت تجھ کو دیں   اپنی قربت کی توقیر
مولا تجھ سے راضی ہو   بخشے تیری ہر تقصیر

(مبارک احمد عابد)

(۱) حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے حضرت مولانا کے نام خطوط

بقیہ: خلاصہ خطبہ جمعہ

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ دنیا کی بھاری اکثریت جس روشنی میں سفر کر رہی ہے وہ دراصل ایک خوفناک اندھیرا ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ روشنی میں ہیں اسی لئے جب انہیں ہدایت کی طرف بلایا جاتا ہے تو وہ اس کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ ایسے لوگوں پر تکبر کا پردہ ہوتا ہے۔ ایسا شخص جو تکبر کا اندھیرا رکھتا ہے اسے اگر آپ روشنی دکھانے کی کوشش بھی کریں تو وہ نہیں دیکھ سکے گا۔ انسان کا فرض ہے کہ تکبر سے کام نہ لے اور یہ دیکھے کہ جو اسے روشنی کی طرف بلا رہا ہے وہ ناصح خود غرض ہے اور بدیہی طور پر غلط باتیں کہہ رہا ہے یا اس کی باتوں میں سچائی ہے اور ہمارے فائدے کی باتیں کر رہا ہے۔ جب وہ زاویہ بدل کر دیکھے گا تو اسے حقیقت کا علم ہو جائے گا۔ اس پہلو سے آپ سراب کی مثال پر جتنا بھی غور کرتے چلے جائیں اور معانی اس میں سے نکلتے چلے جائیں گے۔

حضور نے فرمایا، پس روشنی سمجھتے ہوئے اندھیروں کا سفر سب سے خطرناک سفر ہے۔ آج سیاست میں، عدالتوں میں یا مذہب میں جو لوگ جھوٹ بول رہے ہیں اور دھوکے دے رہے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ان کے لئے یہ جھوٹ بہتر ہے۔ حالانکہ یہ سب سراب کے سفر ہیں۔ بعض دفعہ ایسے لوگوں کو تنبیہہ کے طور پر بعض سزائیں دی جاتی ہیں تاکہ وہ باز آ جائیں اور بعض دفعہ ایسے لوگوں کو ان کی ہلاکت کے آخری کنارے کی طرف بڑھنے دیا جاتا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ کسی شخص کا سراب کو دیکھنا اس کے اپنے نفس کی ظلمت کے نتیجہ میں ہے اس کے لئے کسی غیر کے اثر کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اس کا نفس ہی اس کی ہلاکت کے لئے کافی ہے۔ اسی لئے ہمیں اپنے نفس کے اندھیروں سے، نفس کے شرور سے خدا کی پناہ مانگنے کی دعا سکھائی گئی ہے۔

حضور نے فرمایا کہ جو آیات میں نے تلاوت کی ہیں ان میں اندھیروں کی پہلی مثال جو سراب کی مثال ہے وہ نفس کے اندرونی اندھیروں کو بیان کرنے والی ہے۔ اور دوسری مثال جو گہرے سمندروں کی ظلمت کے مضمون کو بیان کرتی ہے اس میں بیرونی اندھیروں کا ذکر ہے جو کسی انسان پر اثر ڈالتے ہیں۔

(بارھویں قسط)

مسیحیت

ایک سفر حقائق سے فسانہ تک

Christianity —— A journey from facts to fiction

سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ

کی معرکہ آراء انگریزی تصنیف کا اردو ترجمہ

[یہ اردو ترجمہ مکرم مسعود احمد خان صاحب دہلوی (سابق ایڈیٹر روزنامہ الفضل حال جرمنی) نے کیا ہے جسے ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے - مدیر]

کفارہ نے تبدیلی کیا پیدا کی؟

جہاں تک اس مسیحی عقیدے کا تعلق ہے کہ مسیح کا صلیب پانا گناہ کی سزا پر اثر انداز ہوا ہم پہلے ہی ثابت کر چکے ہیں کہ یسوع مسیح پر ایمان لانے کے نتیجہ میں گناہ کی سزا میں کسی لحاظ سے بھی کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ ہماری مراد اس سزا سے ہے جو خدا نے ابتدائی گناہ کی پاداش کے طور پر آدم و حوا اور ان کی تمام آئندہ نسلوں کے لئے مقرر کی تھی۔ تمام انسانی مائیں آج تک درد زہ کی تکلیف اٹھا کر بچے جنتی چلی آ رہی ہیں اور اسی طرح آج بھی مرد محنت و مشقت کے ذریعہ اپنا پسینہ بہا کر روزی کما رہا ہے۔

آیئے ہم ایک اور زاویہ نگاہ سے اس معاملہ کا جائزہ لیں۔ وہ زاویہ نگاہ یہ ہے کہ اس بارہ میں عیسائی دنیا کا غیر عیسائی دنیا سے موازنہ کر کے دیکھیں کہ زمانہ مسیح کے بعد سے عیسائی دنیا میں کیا امتیاز رونما ہوا ہے۔ مسیح پر ایمان لانے والا کوئی شخص بھی تاریخ کے کسی بھی دور میں کسی قابل ذکر تبدیلی کی نشاندہی نہیں کر سکتا۔ کیا کسی دور میں بھی ایسا ہوا ہے کہ ان کی (یعنی عیسائیوں کی) عورتوں نے درد زہ کے بغیر ہی بچے جنے ہوں۔ اور ان کے مردوں نے مشقت جھیلے بغیر ہی روزی کمائی ہو۔ اس بارہ میں وہ غیر عیسائی دنیا کے بالمقابل اپنے ہاں کسی تبدیلی کا رونما ہونا ثابت نہیں کر سکتے۔

گناہ کے طبعی میلان کے بارہ میں بھی عیسائی دنیا میں تبدیلی کے کوئی آثار کبھی ظاہر نہیں ہوئے۔ مسیح پر ایمان رکھنے والوں اور ایمان نہ رکھنے والوں کا باہم موازنہ کرنے سے اس امر کی کوئی شہادت سامنے نہیں آتی کہ مسیح پر ایمان رکھنے والوں میں ارتکاب گناہ کا میلان کلی طور پر ناپید ہو گیا ہو۔ مزید بر آں یہ امر بھی حیران کن ہے کہ "خدا کے بیٹے" پر ایمان کے بالمقابل خدا پر ایمان کو کمتر درجہ کیوں دیا جاتا ہے۔ خاص طور پر اس زمانہ کے متعلق کیا کہا جائے گا جبکہ یہ "گہرا قدیمی راز" کہ خدا کا کوئی بیٹا بھی تھا ابھی نوع انسان پر منکشف نہ ہوا تھا۔ یقیناً اس وقت بھی ایسے لوگ موجود تھے جو خدا کی ہستی اور اس کی وحدانیت پر ایمان رکھتے تھے۔ اسی طرح خود مسیح کے اپنے زمانہ میں اور اس کے بعد کے زمانوں میں بھی ہر خطہ ارض میں اور ہر مذہب سے تعلق رکھنے والوں میں بیشمار لوگ ایسے پیدا ہوئے جو خدا کی ہستی پر اور اس کے احد ہونے پر ایمان رکھتے تھے۔ اس زمانہ میں ایمان باللہ گناہ اور اس کی سزا پر کیوں اثر انداز نہ ہوا؟ یہی نہیں بلکہ اس کے علاوہ ایک اور سوال بھی پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ "باپ خدا" نے گناہگاروں کے لئے اس عظیم دکھ کا مظاہرہ کیوں نہ کیا جس کا مظاہرہ اس کے "بزرگ تر" بیٹے کی طرف سے دیکھنے میں آیا؟ یقیناً ظاہر یہی ہوتا ہے کہ (نعوذباللہ) کم مہذب باپ کے مقابلہ میں بیٹا بلند تر اخلاقی اقدار کا حامل تھا۔ اگر کوئی یہ پوچھتا ہے تو وہ ایسا کرنے میں حق بجانب ہے کہ کیا (نعوذباللہ) الوہیت ابھی ارتقائی مراحل میں سے گزر رہی ہے اور اس کے پایہ تکمیل کو پہنچنے کا عمل ہنوز جاری ہے؟

(باب سوم)

روح القدس کا عمل و کردار

اب تک ہم نے جس مسئلہ کے بارہ میں بات کی ہے اس کا تعلق خدا کے نام نہاد بیٹے مسیح سے تھا یا پھر اس مفروضہ سے کہ خدا مسیح کا حقیقی باپ ہے لیکن اس ضمن میں ایک تیسری ہستی کا ذکر بھی ضروری ہے اور اس ہستی کا نام ہے روح القدس۔ مسیحی عقیدہ کی رو سے روح القدس اپنی علیحدہ اور جداگانہ شخصیت بھی رکھتا ہے اور اس کے باوجود وہ "باپ" اور "بیٹے" کے ساتھ پیوست بھی ہے اور پیوست بھی ہے اس طرح کہ ازلی طور پر ان میں مدغم ہے اور اس انداز سے مدغم ہے کہ ان تینوں کا ایک دوسرے میں ادغام "تین میں ایک" والی کیفیت یعنی ان تینوں کی باہم ایک اور اکیلی حیثیت کو اجاگر کر دکھاتا ہے۔ چنانچہ اب ہم اپنی توجہ کو بطور خاص اس نئے مسئلہ کی طرف پھیر کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ کیا خدا اور مسیح کی اپنی اپنی خودی سے علیحدہ روح القدس کی بھی اپنی کوئی علیحدہ خودی ہے۔ یہاں خودی سے مراد فی الاصل وہ شعور ذات ہے جو آخری اور حتمی تجزیہ کی رو سے غیر منقسم ہوتے ہوئے اپنی انفرادی حیثیت میں ہر فرد کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو ہر فرد کا دوسرے تمام افراد سے الگ اور ممیز ہونے کا شعور ہی غائب و حاضر اور مخاطب و متکلم کی الگ الگ حیثیتوں میں "وہ" اور "اس" کا نیز "تم" اور "تمہارا" کے بالمقابل "میں" اور "میرا" کی تمیز کو جنم دیتا ہے اور اس طرح ان کے درمیان پایا جانے والا امتیاز بین طور پر نمایاں ہوئے بغیر نہیں رہتا۔

تثلیث کے تینوں اجزاء یا اقانیم پر توجہ مرکوز کرتے ہوئے ہمیں یہ امر طے کرنا ہے کہ آیا تینوں اقانیم اپنی جداگانہ خودی یعنی اپنی اپنی ہستی کا علیحدہ علیحدہ شعور رکھتے ہیں یا نہیں۔ اگر وہ اپنی ذات کا الگ الگ شعور نہیں رکھتے تو پھر ان سے ان کی علیحدہ علیحدہ شخصیتوں کو منسوب کرنا ناقابل فہم بنے بغیر نہیں رہتا۔ ہر شخص دوسرے شخص یا ہستی کے کتنا ہی قریب کیوں نہ ہو اس کا اس انتہائی قربت کے باوجود اپنی ذات کے علیحدہ شعور سے متصف ہونا ضروری ہوتا ہے۔

تثلیث کے بارہ میں اکثر کلیسیائی فرقوں کا اپنا سرکاری یعنی باقاعدہ طور پر اختیار کردہ مشترکہ موقف معین الفاظ میں منضبط ہے اور الفاظ کی حد تک وہ ہے بھی بالکل واضح۔ خود ان کے اپنے دعوے کے بموجب وہ نظریہ یا موقف یہ ہے کہ خدا کے وجود کی تین ہستیوں یا اقانیم میں سے ہر ایک کی اپنی اپنی علیحدہ شخصیت بھی ہے۔ سو یہ صرف "تین میں ایک" والی بات نہیں ہے بلکہ یہ عقیدہ ایک شخصیت میں تین شخصیتوں کی موجودگی پر دلالت کرتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ امر ظاہر و باہر ہے کہ مسیح نے جب موت اور اس کے جملہ دور رس نتائج و عواقب کا سامنا کیا تھا تو اس کے اس پورے فعل میں روح القدس بھی برابر کا شریک رہا ہوگا کیونکہ مسیح نے جو قربانی دی اس میں تثلیث کے ایک اقنوم کی حیثیت سے روح القدس کی برابر کی شرکت ناگزیر تھی۔ مزید بر آں یہ بھی لازم آتا ہے کہ مسیح اور "باپ خدا" کی ہمراہی میں اس نے بھی دوزخ کا عذاب جھیلا ہوگا۔ اگر کہا جائے کہ ایسا نہیں ہوا تو کوئی بھی اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ تینوں اقانیم (باپ، بیٹا اور روح القدس) ایک دوسرے سے مختلف و ممیز الگ الگ شخصیتوں کے ہی مالک نہ تھے بلکہ دل و دماغ سے تعلق رکھنے والے ان کے جذبات و خیالات اور ان کی استعدادیں بھی ایک دوسرے سے مختلف ہونگی اور ایک دوسرے کے مابین انفصال کی کیفیت بھی موجود ہوگی۔

تثلیث کے عقیدہ کو سمجھنے کی کوشش میں ہمیں اس منظر کو ذہن میں لانا ہوگا کہ تین علیحدہ علیحدہ شخصیتیں ایک دوسرے میں اس طرح گھتی ہوئی اور مدغم ہیں کہ ازل سے وجود واحد کے طور پر موجود چلی آ رہی ہیں۔ ہم اپنے تخیل کو وسیع کرنے اور جلاء دینے کی کتنی ہی کوشش کیوں نہ کریں ہم یہ سمجھنے میں ہمیشہ ناکام رہیں گے کہ وہ تینوں شخصیتیں اپنے اپنے مختلف جذبات و احساسات کے ترقی پذیر عمل کے باوصف کس طرح باہم مدغم ہو سکتی تھیں اور ازلی طور پر وجود واحد کی حیثیت سے اپنی ہستی کو کس طرح برقرار رکھ سکتی تھیں۔ اندریں حالات ایک ہی امکانی صورت باقی رہ جاتی ہے اور وہ ہے جسمانی طور پر ایک دوسرے میں مدغم ہونے کی صورت۔ اس امکانی صورت کو ذہن میں لانے سے قوی ہیکل بے شمار سروں والے اس عفریت نما اژدھے کی خیالی تصویر پردہ ذہن پر ابھرنے لگتی ہے جس کا ذکر یونانی علم الاصنام کے دیومالائی قصوں میں آتا ہے اور جس کے متعلق بیان یہ کیا جاتا ہے کہ اس کا ایک یا کئی سر قلم کر دینے سے فوراً ہی نئے سر نکل آتے تھے۔ یہ بات یقیناً اپنی جگہ صحیح ہے کہ انسان اس حقیقت کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے کہ خدا کس طرح کا اور کس فطرت کا ہے اور یہ کہ اس کی صفات خود اس میں کس طرح بروئے کار آتی ہیں۔ لیکن ایک ایسی واحد اور اکیلی ہستی پر جس کے ساتھ سر، دل، گردوں اور دیگر اعضاء کی طرح کے علیحدہ علیحدہ جسمانی حصوں اور ان کی مخصوص کارکردگی کا کوئی تصور وابستہ نہ ہو ایمان لانا بہت سادہ اور آسان ہے۔ اس لئے کہ جداگانہ شخصی خیالات واوصاف والی ہستیوں کے برائے نام ادغام کا خیالی منظر نامہ متذکرہ بالا واحد و لاشریک ہستی کے منظر نامہ سے یکسر مختلف و متغائر ہے۔ مختلف ہستیوں کے فرضی ادغام والے خیالی منظر نامہ کے نتیجے میں ایک ایسے خدا کا تصوراتی ہیولا ابھرتا ہے جس کو سمجھنا اور جس پر ایمان لانا نوع انسان کے لئے بے حد مشکل اور وقت طلب ہے۔ اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں بہت سے انسان زمانہ دراز تک اس مسیحی عقیدے پر کوئی اعتراض کئے بغیر اس کے ساتھ بلا حیل و حجت چمٹے رہے ہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کی عطا کردہ عقل و دانش اور فہم و فراست کی ایسی کھلی کھلی خلاف ورزیوں کو عمداً آنکھیں بند کر کے نہ جانے کیسے نظر انداز کئے رکھا۔

روح القدس اور تخلیق کا آسمانی منصوبہ

جہاں تک تخلیق کے خدائی منصوبہ اور اس ضمن میں یسوع مسیح کی تخلیق و پیدائش کا تعلق ہے ہمیں اس میں روح القدس کا کوئی عمل دخل نظر نہیں آتا۔ خود توریت میں لکھا ہے:

"خدا نے ابتداء میں زمین و آسمان کو پیدا کیا۔ (پیدائش باب ۱ آیت ۱)

ظاہر ہے عہدنامہ قدیم میں مسیح یا روح القدس کی طرف کوئی اشارہ کئے بغیر خالق کے طور پر صرف "باپ خدا" کا ہی ذکر کیا گیا ہے۔ مسیح سے قبل کے پورے زمانہ میں جتنے بھی یہودی ہو گزرے تھے انہوں نے عہدنامہ قدیم کی اس آیت کو لکھو کھہا دفعہ پڑھا یا سنا ہوگا۔ ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہ تھا جس نے تخلیق کائنات کے ضمن میں مسیح یا روح القدس کا کبھی کوئی تذکرہ سنا ہو۔ البتہ عہدنامہ جدید میں ایک آدھ جگہ اشاروں کنایوں میں ایک امر کا مبہم سا ذکر ملتا ہے جس سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ گویا تخلیق کائنات کے عمل میں مسیح کا بھی کچھ دخل تھا۔ چنانچہ یوحنا نے اپنی انجیل میں مسیح کی طرف اشارہ کرنے کے لئے "کلام" (۱) کا لفظ استعمال کیا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ اناجیل اربعہ کے چار الگ الگ مصنفین میں سے صرف ایک مصنف نے اپنی رقم کردہ انجیل میں ایسے اہم موضوع کو چھیڑا ہے اور غالباً اسے چھیڑا بھی ہے یوحنا نامی کسی ایسے شخص نے جو مسیح کا شاگرد (حواری) ہی نہ تھا۔ اگر اس شخص کے اختیار کردہ لفظ "کلام" کو خدا کا کلام تسلیم کیا جائے تو بھی اس سے مراد خدا کی مرضی ہی لی جائے گی کیونکہ یہ ایک ایسا تصور یا نظریہ ہے جو تخلیق کائنات کے ضمن میں بہت سے مذاہب میں قدر مشترک کے طور پر پایا جاتا ہے۔

تعجب انگیز بات یہ بھی ہے کہ یہ امر کہ تخلیق کائنات کے پورے عمل میں خدا کے ساتھ مسیح اور روح القدس بھی شریک تھے ابتدائے آفرینش سے لے کر اس وقت تک پردہ راز میں ہی رہا جب تک کہ مسیح دنیا میں نہ آیا۔ بلکہ ہم دیکھتے ہی کہ خود مسیح نے بھی اس راز پر سے پردہ نہ اٹھایا اور اسے اپنے سینہ میں ہی دفن کئے رکھا کیونکہ ہمیں یسوع مسیح کا کوئی قول ایسا نہیں ملتا

---

(۱): [ابتداء میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا]۔
(انجیل یوحنا باب ۱ آیت 1)

جس میں اس نے اپنے آپ کو دعویٰ کے رنگ میں "کلام" قرار دیا ہو۔ لہذا یہ بات واضح ہے کہ دونوں (مسیح اور روح القدس) میں سے کسی کا بھی کائنات کی تخلیق یا اس کی وضع قطع اور صورت گری میں کوئی عمل دخل سرے سے تھا ہی نہیں۔ پھر ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ صرف یہ "باپ خدا" ہی تھا جس نے انسان کو اپنے ہاتھوں سے مٹی سے بنایا۔ میں نے عیسائی لٹریچر میں کہیں یہ نہیں پڑھا کہ جن ہاتھوں نے انسان کو بنایا وہ مسیح اور روح القدس کے ہاتھ تھے۔ ہر چیز خدا نے مسیح یا روح القدس کی خفیف سی مدد یا شرکت کے بغیر خود ہی پیدا کی۔ ان حالات میں مسیحی علماء سے یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ تخلیق کائنات کے ضمن میں خدا جو کچھ کر رہا تھا کیا مسیح اور روح القدس دونوں خاموش مبصروں کا کردا ادا کر رہے تھے یا پھر اس کے برعکس صورت حال یہ تھی کہ تخلیق کے عمل میں وہ دونوں بھی برابر کے شریک تھے؟ اگر متوخرالذکر صورت حال ان کے نزدیک زیادہ قابل قبول ہے تو پھر لازماً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ان میں سے ہر ایک اپنی انفرادی حیثیت میں کسی اور کی مدد کے بغیر تخلیق کرنے کی قدرت رکھتا تھا یا پھر یہ کہ وہ اجتماعی حیثیت میں ہی باہمی اشتراک سے ایسا کرنے پر قادر تھے؟ اور اگر تخلیق کرنے کے لئے ضروری تھا کہ وہ تینوں اپنے فرائض اور کاموں کو باہمی اشتراک سے یکجائی طور پر انجام دیں تو کیا ان میں سے ہر ایک کی شرکت مساوی حیثیت کی تھی یا تخلیق کے کام میں جو محنت درکار تھی اس میں ایک کا حصہ دوسروں کے حصہ سے زیادہ تھا؟ کیا وہ تینوں ہستیاں نوعیت اور کیفیت و کمیت کے اعتبار سے مختلف طاقتوں کی حامل تھیں یا جملہ طاقتوں اور قدرتوں میں برابر کی حصہ دار تھیں؟ ہر کسی کو ماننا پڑتا ہے کہ دونوں امکانی صورتوں میں سے جس کو بھی درست مانا جائے بہر صورت و بہر حال تثلیث کا ہر اقنوم اپنی اکیلی حیثیت میں از خود کوئی چیز تخلیق کرنے کا نا اہل ثابت ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ اگر اس استدلال کو پھیلا کر دوسرے خدائی کاموں پر بھی اس کا اطلاق کیا جائے تو پھر یہی سوال بار بار آڑے آ کر عیسائی علماء کے لئے وبال جان بنا رہے گا۔ انجام کار دنیائے عیسائیت کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ ایسے واحد خدا پر ایمان نہیں رکھتی جس کے اقتدار اعلیٰ، مرکزی قوت و جبروت اور عظمت و جلال کے تین مظہر ہیں بلکہ عیسائیت خدا کی ہستی کو مکمل کرنے والے تین علیحدہ علیحدہ اجزائے ترکیبی پر ایمان رکھتی ہے جو اس کے جسم یا ہستی کے تین حصوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ خدا کی ہستی کی ایسی تقسیم و تفریق کی صورت میں اجزائے ترکیبی کے باہم مساوی یا غیر مساوی ہونے کا معاملہ نسبتاً کمتر درجہ کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔

سربستہ راز
یا مہمل و متناقض اچنبہ

ایک انسان کے لئے یہ بات قابل قبول ہوتی ہے کہ جس چیز یا امر کے ناقابل تردید شواہد موجود ہوں وہ اس کی کنہہ و کیفیت کو جانے اور پوری طرح سمجھے بغیر اسے حتمی اور یقینی قرار دے دے۔ ناقابل تردید شواہد کی موجودگی میں اس کے لئے یہ ممکن نہیں رہتا کہ وہ اس چیز کا محض اس لئے انکار کر دے کہ اس کی کنہہ و کیفیت اور اصل حقیقت اس کی سمجھ یا ادراک سے بالا ہے۔ مثال کے طور پر لوگ قدرت کے ان مظاہر کی کنہہ و کیفیت سے آگاہ نہیں ہوتے جو باہم مل کر ریڈیو ٹرانسمیشن (یعنی ریڈیائی پیغامات کی غیر مرئی ترسیل) اور ان پیغامات کو وصول کرنے والے آلات کو معرض وجود میں لانے کا موجب بنتے ہیں۔ یہ پیچیدہ و نازک آلات ریڈیائی لہروں میں محفوظ آوازوں اور مناظر کو دور دور تک پہنچانے والی کائناتی نبضوں اور دھڑکنوں کو کنٹرول کر کے ان میں محفوظ آوازوں اور مناظر کو ایسی کیفیت سے ہمکنار کر دکھاتے ہیں کہ انہیں ٹیلی کاسٹ کرنا یعنی کرہ ارض کے گرد دور دور تک ٹیلی ویژن سیٹ (Television Sets) میں منتقل کر کے انہیں سنا اور دیکھا بھی جا سکتا ہے۔ کائناتی لہروں کو کنٹرول کرنے اور ان سے کام لینے کے اس پورے نظام کے حقائق سے نابلد ہونے کے باوجود چٹے ان پڑھ لوگوں کو بھی انہیں تسلیم کرنا پڑتا ہے اور اس لئے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی صورت میں ان غیر مرئی حقائق کے ناقابل تردید شواہد ہمہ وقت ان کے سامنے موجود ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہم میں سے بہت سے لوگوں کو اس بات کا علم نہیں ہوتا کہ کمپیوٹرز کس طرح کام کرتے ہیں۔ اس کے باوجود عصر حاضر میں بہت کم لوگ ایسے ہونگے جو محض اپنے عدم علم کی بناء پر کمپیوٹروں کے نظام کی موجودگی کا انکار کرنے کی جرات کر سکیں۔ ایسے امور یا معاملات کو سربستہ رازوں سے تو تعبیر کیا جا سکتا ہے لیکن ان کی موجودگی سے انکار کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسی طرح جو لوگ عدم علم کی وجہ سے ایسے سربستہ رازوں پر یقین نہیں رکھتے انہیں بے عقل سمجھنے یا ان کا تمسخر اڑانے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔ ہم اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ اسی نوعیت کے بہت سے رازوں کے متعلق جو مذہبی عقائد کی شکل میں موجود ہوتے ہیں حلیمی اور بردباری کا رویہ اختیار کیا جا سکتا ہے اور کیا بھی جاتا ہے۔ بہت بڑی تعداد میں ایسے لوگ دنیا میں پائے جاتے ہیں جو اس نوعیت کے عقائد پر ایمان رکھتے ہیں درآنحالیکہ وہ عقائد ان کی سمجھ سے بالا ہوتے ہیں اور وہ خود ان کی وضاحت کرنے سے قاصر ہوتے ہیں۔ ایسے عقائد انہیں نسلاً بعد نسل ورثہ میں مل رہے ہوتے ہیں اور ان کا عام رویہ یہ ہوتا ہے کہ یہ تو پہلے سے تسلیم شدہ عقائد ہیں لہذا ان کے بارہ میں بحث یا غور کرنا بےفائدہ ہے۔ لیکن ایسے رازوں پر مبنی عقائد کو درست تسلیم کرنے اور ان پر ایمان لانے کا معاملہ دیگر ہے کیونکہ ایسے رازوں کو ناقابل تردید حتمی شواہد کی پوری پوری تائید و حمایت حاصل ہوتی ہے لیکن جب مذہبی عقائد میں مہمل و متناقض اچنبے اور عجوبے راہ پا جائیں تو پھر ان کے بارہ میں یہ عذر قبول نہیں کیا جا سکتا کہ قدرت کے بعض فہم و ادراک سے بالا رازوں پر ایمان لانا اس امر کا جواز پیدا کرتا ہے کہ مہمل و متناقض اچنبوں اور یکسر انہونی باتوں پر بھی آنکھ بند کر کے ایمان لے آیا جائے۔ ایسا انوکھا جواز پیچیدگیوں، الجھنوں اور گنجلکوں کو جنم دینے کا موجب بنتا ہے۔ میں بعض واضح شواہد کی موجودگی میں ایک ایسی بات پر ایمان لا سکتا ہوں جس کی کنہہ و کیفیت کو میں سمجھتا نہیں لیکن میں کسی ایسی بات یا مبینہ واقعہ پر ایمان نہیں لا سکتا جو اپنی ذات میں تضادات کا مجموعہ ہو۔ اور نہ ہی کوئی اور شخص جس کے ہوش و حواس قائم و برقرار ہوں فی ذاتہ ایسی متناقض و متضاد بات پر ایمان لانے پر آمادہ ہو سکتا ہے۔ مثال کے طور پر میرے لئے یہ چیز تو سمجھ سے بالا ہو سکتی ہے کہ ایک گھڑی کس طرح بنتی ہے لیکن اپنے اس عدم علم کی بناء پر مجھے یہ حق نہیں پہنچتا کہ میں از خود یا کسی کے کہنے میں آ کر اس بات پر بھی یقین کر لوں یا ایمان لے آؤں کہ وقت بتانے والی گھڑی ساتھ کے ساتھ ایک جیتا جاگتا بھونکنے والا اور شور مچانے والا کتا بھی ہے۔ ایسا سمجھنا کسی ایسے عقیدے پر ایمان لانا نہیں ہے جو پردہ راز میں لپٹا ہوا ہو بلکہ یہ تو ایک کھلا کھلا مبرہن تناقض ہے اور تمام تر ناگواری کے باوجود جیتی مکھی کھانے کے مترادف ہے۔

جب خدا کی طرف منسوب کی جانے والی دو یا دو سے زیادہ صفات میں باہم تناقض و تضاد ہو اور جب خدا کا قول اور فعل مبینہ طور پر اس درجہ بے میل اور بےجوڑ ہو کہ دونوں میں واضح تباین ظاہر ہوئے بغیر نہ رہے تو پھر ان پر ایمان لانا بھید اور راز کی حدوں کو پھاندنے اور اس سے بہت آگے اور دور نکل جانے کے مترادف ہے۔ ایسا انسان راز اور بھید کے دائرہ سے نکل کر سراسر توہمات کی دنیا میں داخل ہو جاتا ہے۔ جب بعض لوگوں کا اپنے عقائد کی بناء پر توہمات کے چکر میں پھنسنا ثابت ہو جائے تو پھر توقع کے رنگ میں ان سے یہ مطالبہ کرنا ایک لازمی اور قدرتی امر ہے کہ وہ اپنے عقائد پر نظر ثانی کریں اور اپنے اعتقادات کی اصلاح کرنے پر آمادہ ہوں۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جب عیسائی پادریوں اور منادوں سے سمجھانے کے رنگ میں بحث کی جائے تو یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ وہ واضح اور کھلے تضاد کے باوجود اس بات پر مصر رہتے ہیں کہ مسیح خدا ہونے کے ساتھ ساتھ انسان بھی تھا۔ انہیں اس میں سرے سے کوئی تضاد ہی نظر نہیں آتا۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ وہ اس میں بھی کوئی تناقض محسوس نہیں کرتے کہ ایک شخص بیک وقت تین اشخاص بھی ہو سکتا ہے اور پھر طرفہ تماشہ یہ کہ ان تین اشخاص کے کرداروں میں حبہ برابر بھی فرق واقع نہیں ہوتا۔ وہ اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ ایک خدا پر ایمان لانا اور ساتھ کے ساتھ سہ شاخہ الوہیت (یعنی باپ، بیٹا اور روح القدس کی الوہیت) پر ایمان لانا کوئی ایسا اچنبہ یا عجوبہ نہیں ہے جو فی ذاتہ مہمل و متناقض ہو بلکہ اس کی حیثیت محض ایک راز یا غیب کی ہے۔ یہ کہہ کر وہ سمجھتے ہیں کہ اس بارہ میں کسی مزید دلیل کی ضرورت نہیں۔ وہ آنکھیں بند کر کے نچنت ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے انہیں اپنے اس دعوے میں کوئی تناقض نظر نہیں آتا۔ ان کے نزدیک "باپ خدا" کی ذات، اس کے اپنے بیٹے مسیح کی ذات سے اور روح القدس کی ذات سے واضح طور پر مختلف بھی ہے اور تینوں کی الوہیت یعنی تثلیث پر ایمان لانے کے باوجود بھی اس کی وحدانیت قائم و برقرار رہتی ہے۔ ان کی اس نرالی منطق پر حیرت زدہ ہو کر جب ہم انہیں سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں تو اور بھی زیادہ حیرت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ ہم انہیں یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہم ایک ہی شخصیت کے مختلف پہلوؤں، مزاجوں اور صفات کی نہیں بلکہ تین علیحدہ علیحدہ شخصیتوں کی اور اس امر متناقض کی بات کر رہے ہیں کہ خدا تین میں ایک اور ایک میں تین ہے۔ پھر ہم انہیں بتاتے ہیں کہ ایسے امر متناقض پر ایمان لانا ہرگز کسی راز یا غیب پر ایمان لانے کے مترادف نہیں ہے بلکہ یہ تو کھلے کھلے تضاد کو آنکھیں بند کر کے درست تسلیم کرنے والی بات ہے۔ اس پر ان کی طرف سے ایک عجیب رد عمل ظاہر ہوتا ہے۔ وہ اظہار ہمدردی کے طور پر اپنے سر کو ایک خاص انداز میں جنبش دیتے ہیں اور پھر بڑے نرم لہجے میں ہم سے کہتے ہیں کہ تضادات پر بحث کرنی ہے تو کسی اور موضوع پر بات کریں۔ مراد اس سے ان کی یہ ہوتی ہے کہ "غیب" کے موضوع پر بحث کرتے ہوئے تضادات کو درمیان میں نہ لائیں۔ وہ ہم سے مطالبہ کرتے ہیں کہ پہلے ہم ناقابل یقین پر آنکھ بند کر کے ایمان لائیں اور پھر ایمان لانے کے بعد اس راہ میں آگے قدم بڑھائیں تا کہ ان تضادات پر (جنہیں وہ قدرت کے بھید قرار دینے کے خواہاں ہیں) ایمان کی از خود نشوونما ہو سکے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک ایک غیر مسیحی کے لئے ضروری ہے کہ وہ پہلے سمجھے بغیر ایمان لائے اور پھر ایمان میں ترقی کرنے کی کوشش کرے۔ سو گویا اگر وہ سمجھے بغیر ایمان نہیں لاتا تو وہ مسیحی عقائد کے ان "ظاہری" تضادات کی اہمیت کو سمجھ نہیں سکتا۔ خلاصہ یہ کہ جس بات کا یقین ہی نہیں آ سکتا پہلے بلا سوچے سمجھے اس پر ایمان لاؤ اور پھر ایمان لانے کے بعد ایمان کی مدد سے اسے سمجھنے کی کوشش کرو۔ یہ ہے مسیحی توہمات اور لایعنی تخیلات کی دنیا جس میں داخل ہونے کی ہم غیر مسیحیوں کو نصیحت کی جاتی ہے۔ لیکن جب ہم غیر مسیحی افراد جادو کے زور پر اڑنے والے اس توہماتی قالین پر قدم رکھتے ہیں تو یہ اڑنے سے ہی انکاری ہو جاتا ہے کیونکہ قدم رکھتے ہی عقل کے بالمقابل توہمات کا جادو باطل ہوئے بغیر نہیں رہتا۔

(باقی آئندہ انشاء اللہ)

ضروری اعلان

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ انٹرنیشنل پر ہر جمعہ کے روز اردو میں اور ہر اتوار کے روز انگریزی میں سوالات کے جوابات بیان فرماتے ہیں۔ اگر آپ کے ذہن میں کوئی سوال ہو اور آپ اس کا جواب چاہتے ہوں تو سوال انگریزی یا اردو میں لکھ کر بذریعہ ڈاک یا بذریعہ فیکس مکرم پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کے نام لندن بھجوا دیں۔ انشاء اللہ اولین فرصت میں وہ سوالات حضور انور کی خدمت میں پیش کر دئے جائیں گے۔

موصیان کرام سے گزارش

رہائش کی تبدیلی کی وجہ سے اپنے نئے ایڈریس سے مقامی جماعت اور دفتر وصیت کو فوری آگاہ رکھنا آپ کی ذمہ داری ہے۔ اس لئے ایسے موصیان جو پاکستان سے بیرون ملک آئے ہیں فوری طور پر دفتر وصیت کو اپنے نئے ایڈریس سے آگاہ کریں۔

(سیکرٹری مجلس کارپرداز ۔ ربوہ)

خطبہ جمعہ

سب سے بڑا، سب سے خلوص کے ساتھ اور پیار کے ساتھ، کامل وفاداری کے ساتھ اور کامل سچائی کے ساتھ خدا کو بلانے والا "الداع" حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تھے

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ ۲ فروری ۱۹۹۶ء مطابق ۲ تبلیغ ۱۳۷۵ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

[خطبہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے]

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله. أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم. ﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم* الحمد لله رب العٰلمين* الرحمٰن الرحيم* مٰلك يوم الدين* إياك نعبد وإياك نستعين* اهدنا الصراط المستقيم* صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين*﴾.

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَإِنِّيْ قَرِيْبٌ أُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ (سورہ البقرہ: ۱۸۷)

رمضان کے تعلق میں اس آیت کی پہلے بھی کئی بار تلاوت کی جا چکی ہے۔ اس کے مضمون پر مختلف پہلوؤں سے جماعت کو متوجہ کر چکا ہوں۔ اب جب کہ رمضان تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے اور ہم اس کے دوسرے دہاکے یعنی عشرے میں داخل ہو چکے ہیں۔ تو جب دوسرا عشرہ لگ جاتا ہے تو عموماً تجربہ یہی ہے کہ پھر تیزی سے رمضان آگے بڑھتا ہے جیسے ایک لٹو چل گیا ہو اور پندرہ دن آئے تو پھر آگے اعتکاف کے دن شروع ہو جائیں گے اور اعتکاف آیا اور گیا پتہ نہیں چلتا کہ کب آیا اور کب نکل گیا۔ تو جو دن باقی ہیں اگرچہ بظاہر بارہ کے مقابل پر ابھی اٹھارہ دن باقی ہیں مگر چونکہ اب دنوں کی رفتار اور راتوں کی رفتار بہت تیز ہو چکی ہے اس لئے اب جو کچھ بھی کرنا ہے ابھی کر لیں، دن تھوڑے رہ گئے ہیں۔ اور رمضان کے دن تو ویسے ہی اللہ نے فرمایا ہے "ایاماً معدودات" بڑی برکتوں والے ہیں اس پہلو سے "ایاماً معدودات" کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مشکل ہے تو تھوڑے دن ہی ہے۔ اصل معنی اس کا یہ ہے کہ اتنے اچھے دن مگر کتنے تھوڑے ہیں۔ آئے اور نکل گئے۔ تو اس لئے جو کچھ بھی کمانا ہے اس عرصے میں کما لو، جو محنت کرنی ہے کر لو اور اس حد تک کما لو کہ سارا سال کام آئے۔

پس اس پہلو سے زادہ راہ لے کر آگے بڑھو یہ مضمون ہے جو میں آپ کے اوپر بڑی وضاحت کے ساتھ کھولنا چاہتا ہوں اور اس تعلق میں اس آیت کی میں نے تلاوت کی ہے۔ "واذا سالک عبادی عنی فانی قریب" کہ جب میرے بندے تجھ سے یہ پوچھیں یا تجھ سے سوال کرتے ہیں میرے متعلق، "فانی قریب" میں تو قریب ہی ہوں "اجیب دعوۃ الداع اذا دعان" میں ہر پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے "فلیستجیبوا لی" وہ بھی تو میری باتیں مانیں "ولیومنوا بی" اور مجھ پر ایمان لائیں "لعلھم یرشدون" تاکہ وہ ہدایت پا جائیں۔

سوال یہ ہے کہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے سوال کرتے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے میرے متعلق تجھ سے پوچھتے ہیں۔ اس حد تک تو بات درست اور سمجھنے والی ہے جس نے کوئی گھر دیکھا ہو اسی سے اس کا پوچھا جاتا ہے، اسی سے اس کے رستے کی تلاش میں مدد مانگی جاتی ہے۔ جس نے کوئی گھر دیکھا ہی نہ ہو اس سے تو نہیں پوچھا جاتا۔ حضرت گوتم بدھا کے متعلق یہ آتا ہے کہ کچھ پنڈت ان کے پاس آئے جو ایک ایسے گاؤں کے رہنے والے تھے جو تمام ہندوستان میں پنڈت پیدا کرنے کے لحاظ سے سب سے چوٹی کا گاؤں تھا اور انہوں نے حضرت گوتم بدھ سے کچھ سوالات کئے اور ان کا مقصد یہ تھا کہ حضرت گوتم بدھ کے متعلق جیسا کہ عام انبیاء کے متعلق یہی طریق ہوتا ہے یہ مشہور ہو گیا تھا کہ وہ دہریہ ہیں، بے دین ہیں، خداؤں کے خلاف جہاد کر رہے ہیں۔ پس اس خیال سے ان کو دلچسپی پیدا ہوئی کہ ان سے انہوں نے سوال کیا۔ تو بہت ہی پر حکمت جواب دیا۔ انہوں نے کہا تم کس گاؤں سے آئے ہو۔ فلاں گاؤں سے۔ اس لئے اگر کوئی شخص اس گاؤں جانا چاہے تو تم سے راستہ پوچھے گا، کسی اور سے تو نہیں پوچھے گا۔ اور جو کسی گاؤں کا رہنے والا نہ ہو، جس نے کبھی دیکھا تک نہ ہو اس سے کون رستے پوچھا کرتا ہے۔ تو وہ بات سمجھے۔ انہوں نے کہا پھر تم مجھ سے کیا پوچھنے آئے ہو۔ مراد یہ تھی کہ خدا کی باتیں مجھ سے پوچھتے ہو جس پر الزام یہ ہے کہ وہ خدا کا قائل ہی نہیں ہے۔ مگر پھر کہا کہ تم لوگوں کو تو اپنے گاؤں کا بھی نہیں پتہ۔ تمہارے پنڈتوں کو بھی اس کا رستہ نہیں آتا۔ میں اس ملک کا رہنے والا ہوں جو خدا کا ملک ہے۔ میں اس ملک کا باشندہ ہوں جو بقاء کا ملک ہے۔ میں وہاں کی بھی خبر جانتا ہوں اور یہاں کی بھی جانتا ہوں اس لئے جو پوچھنا ہے مجھ سے پوچھو۔ یہ بہت ہی پیارا گہرا کلام ہے قطعی طور پر ثابت کرتا ہے کہ حضرت بدھ علیہ السلام خدا کے ایک پیارے پاکیزہ نبی اور خدا کی ہستی کے گہرے قائل بلکہ اس کے عرفان کے دعویدار تھے۔ تو اس لئے جو جس ملک کا ہو، جس جگہ کا باشندہ، جس ذات کے ساتھ گہرا تعلق ہو اس کے متعلق اسی سے پوچھا جائے گا۔ یہ پہلو تو ہرگز تعجب انگیز نہیں "واذا سالک عبادی عنی فانی قریب" کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جب یہ میرے بندے تجھ سے پوچھتے ہیں تو اس پہ تو کوئی اعتراض نہیں مگر وہ کہتا ہے میں قریب ہوں تو کیوں اس کو محسوس نہیں کر رہے؟ کیوں اس کے قرب کا احساس نہیں پیدا کرتے؟ رستہ پوچھتے پھرتے ہیں وہ تو ٹھیک ہے پوچھتے بھی اس سے ہیں جو درست ہے اسی سے رستہ پوچھنا چاہئے تھا مگر وہ وجود جو ہر وقت ساتھ رہتا ہو اس کے متعلق پوچھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ "اجیب دعوۃ الداع اذا دعان" میں تو ہر پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے بلاتا ہے۔ اور یہ جو دعوت ہے یہاں یہ عام دعوت مراد نہیں۔ ایسی دعوت جس میں گہری سچائی پائی جائے، جس میں اخلاص ہو، جس میں یقین ہو اس دعوت کا خدا جواب اس حد تک بھی دیتا ہے کہ فرماتا ہے جب وہ لوگ جو کشتیوں میں سفر کرتے ہیں نرم خو ہواؤں میں چلتے ہیں یہاں تک کہ وہ ہوائیں بدل جاتی ہیں اس سے پہلے خدا کے قائل بھی نہیں ہوتے مگر اس وقت جب کہ موت سامنے کھڑی نظر آتی ہے جب ان کو غرقابی دکھائی دیتی ہے تو گھبرا کر پھر مجھے پکارتے ہیں میں پھر بھی ان کی سن لیتا ہوں، انہیں بچا لیتا ہوں۔ جانتے ہوئے کہ جب وہ ساحل کے امن تک پہنچ جائیں گے تو وہ اس وقت پھر اسی شرک میں مبتلا ہو جائیں گے جو پہلے کیا کرتے تھے۔ تو خدا تعالیٰ کا سننا ایک قطعی ثابت شدہ حقیقت ہے یہاں تک کہ دہریوں کی بھی سن لیتا ہے، مشرکوں کی بھی سن لیتا ہے اس سے زیادہ قریب اور کیا ہو سکتا ہے۔ اور ہر موقع پر جب کہ بیچ میں کوئی اور راہ بتانے والا نہ ہو خدا وہاں موجود ہے۔ تو اس پہلو سے توجہ یہ دلائی گئی ہے کہ میں جو ہمیشہ قریب ہوں تم مجھے دور نہ رکھو۔ اتنا دور نہ رکھو کہ میرے متعلق تمہیں پوچھنا پڑے، پوچھتے پھرو کہ میں کہاں ہوں۔ پس ایسی ذات جو دور بھی ہے اور قریب بھی ہے تم چاہو تو اسے دور بھی بنا سکتے ہو، چاہو تو اسے قریب بھی سمجھ سکتے ہو، میرا وعدہ ہے کہ اگر تم مجھے قریب سمجھو گے تو میں قریب ہو کر تمہیں دکھائی دوں گا۔ تمہاری باتوں کا جواب دوں گا جیسے قریب بیٹھے کوئی شخص بولتا ہے تو آپ اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اسے بہت چیخنا نہیں پڑتا۔ اسی مضمون میں ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اپنے سفر کے ان ساتھیوں کو جو بہت اونچی آواز سے تسبیح و تحمید کر رہے تھے فرمایا ذرا تحمل سے کرو، آرام سے بات کرو، جس خدا کو تم پکار رہے ہو وہ بہرہ تو نہیں ہے، وہ دور تو نہیں ہے، وہ سن رہا ہے۔ حالانکہ بسا اوقات بلند آواز سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے تکبیر کی اور تسبیح و تحمید میں بھی بلند آواز سے کام لیا۔ مگر مراد یہ تھی کہ بعض دفعہ انسان محض دکھاوے کے لئے، رسم و رواج کے طور پر، ایک مشغلہ بنا کر اونچی آوازیں کرتا ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو پسند نہیں تھی۔ اس لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم مومن کو ہمیشہ معنی خیز کام کرتے ہوئے دیکھنا چاہتے ہیں۔ بامعنی بات، سچی بات، دل کی گہرائی تک سچی ہو۔ اونچی آواز ہو تو وہ بھی ایک سچی وجہ سے اونچی آواز ہو۔ دھیمی آواز ہو تو وہ بھی ایک سچی وجہ سے دھیمی آواز ہو۔

مگر ضمناً یہ بھی تو بتایا کہ وہ تو ساتھ ہی ہے تم دل میں بھی بات کرو گے تو وہ ضرور سن لے گا اور وہ جانتا ہے، ہر بات پر نظر رکھتا ہے۔ پس "انی قریب" کا یہ معنی ہے۔ اور جو اتنا قریب ہو اس کا قرب محسوس ہو اس کے متعلق یہ نہیں پوچھا جائے گا وہ ہے کہ نہیں ہے، وہ کہاں ہے۔ پس یہ سوال ناجائز ہیں۔ یہ پہلو جائز ہے کہ آپ جانتے ہیں اس کے رستے کو ہمیں بھی وہ طریقے دکھائیں، ہمیں بھی وہ سکھائیں گر جن پر چل کر، جنہیں استعمال کر کے ہم اللہ کے ان معنوں میں قریب ہو جائیں جن معنوں میں آپ ہیں۔ اور اس پہلو سے قریب کا معنی یہ ہو گا "اجیب دعوۃ الداع" آپؐ کی دعائیں وہ سنتا ہے۔ آپؐ جب بھی اسے پکارتے ہیں وہ جواب دیتا ہے۔ ہم اپنی ذات پر فضل نازل ہوتے اس طرح نہیں دیکھ رہے۔ پس وہ خدا جو قریب ہے اور ہم نے جان لیا آپ کے وجود پر غور کر کے کہ یقیناً قریب ہے اس کا ہمیں تو بتائیں کہ کیسے اس تک پہنچنا ہے۔ یہ اس پہلو سے اور معنے بن جاتے ہیں۔

اگر ایمان ہو تو استجابت یعنی خدا کی باتوں کے جواب میں لبیک کہنا ایک طبعی نتیجہ ہے

اس مضمون کے ایک پہلو سے دعوت عام ہے کہ ہر کوئی شخص مطمئن ہو جائے، تسلی پا جائے کہ اس کا خدا دور نہیں ہے۔ ہر وقت اس کے ساتھ ہے مگر اسے محسوس کرنا ہو گا۔ دوسرا یہ کہ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ دعوتوں کا جواب ویسا آنا چاہئے جیسا کہ تم چاہتے ہو تو تم نے ٹھیک پوچھا ہے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جانتے ہیں اور آپؐ ہی کی زندگی کا لحہ لحہ اس بات پر گواہ ہے کہ میں قریب ہوں۔

پس "انی قریب" ان معنوں میں محمدؐ رسول اللہ کی ذات کے حوالے سے یہ معنے دے گا کہ ان کو بتاؤ مجھے دیکھتے نہیں مجھ سے جو پوچھ رہے ہو تمہیں پتہ نہیں کہ خدا میرے کتنے قریب ہے، ہر وقت میری دعاؤں کو سنتا ہے، ہر پکار کا جواب دیتا ہے۔ پس اگر تم نے طریق پوچھنا ہے تو وہ طریق یہ ہے "فلیستجیبوا لی" اللہ مخاطب ہے مگر چونکہ سوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے کیا گیا تھا اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی طرف سے ایک جواب دیا جا رہا ہے اور گویا آپ کو یہ سکھایا جا رہا ہے کہ تم یہی جواب دینا جو اصل اور حقیقی جواب ہے میں تو اتنا قریب ہوں کہ جب بندے سے مخاطب ہوتا ہوں تو بیچ سے سارے سلسلے اڑ جاتے ہیں اور کوئی بیچ میں نہیں رہتا۔ اس لئے یہ نہیں فرمایا کہ تو جواب دے۔ فرمایا میں قریب ہوں جواب خود ہی شروع کر دیا ہے اور اس مضمون میں اس کو آپ غور سے پڑھیں تو یہ ساری باتیں شامل ہیں جو میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔ کہ جس شخص سے تم نے پوچھا درست پوچھا ہے مگر تمہیں پوچھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ وہ خدا جو ہر وقت پاس رہتا ہے ہمیشہ قریب رہتا ہے اس کے متعلق یہ سوال نہیں پوچھا جا سکتا کہ وہ کہاں ہے۔ پس ابتدائی سوال کے لحاظ سے جس میں خدا کی ہستی کے متعلق سوال ہو، ہے بھی کہ نہیں؟ ہے تو کہاں ہے؟ کیسے مل سکتا ہے؟ اس کے جواب میں قریب کا یہ معنی بنے گا کہ تم عجیب لوگ ہو، میں تو ہر وقت تمہارے ساتھ رہتا ہوں اور تم میرے متعلق پوچھتے پھر رہے ہو مگر جس سے پوچھا ہے وہ گواہ ہے اس بات کا کہ "انی قریب" اور اس کی گواہی اس طرح ثابت ہوتی ہے کہ "اجیب دعوۃ الداع اذا دعان"۔

یہاں ان معنوں میں دعوۃ الداع اذا دعان میں "الداع" سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم بن جاتے ہیں۔ سب سے بڑا، سب سے خلوص کے ساتھ اور پیار کے ساتھ، کامل وفاداری کے ساتھ اور کامل سچائی کے ساتھ خدا کو بلانے والا "الداع" حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تھے۔ اور اس لحاظ سے یہ معنے بالکل ٹھیک بیٹھتے ہیں کہ "اجیب دعوۃ الداع اذا دعان" جس کے پاس تم آئے تھے اس کو دیکھو قربت کے معنے کیا ہیں۔ وہ جب مجھے بلاتا ہے میں اس کا جواب دیتا ہوں "فلیستجیبوا لی" اب دیکھیں وہ ضمیر سب انسانوں کی طرف پھیر دی ایک دعوت والے کا ذکر فرما کر "فلیستجیبوا"۔ پس اے میرے متلاشیو! تم میرا جواب دو۔ محمدؐ رسول اللہ مجھے اس لئے پیارے ہیں کہ میری ہر بات کا جواب لبیک کہتے ہوئے دیتے ہیں۔ ایک بھی میری منشاء نہیں ہے جسے انہوں نے پورا نہ کیا ہو۔ ان کا تو کامل وجود میری رضا کا مظہر بن چکا ہے، سر سے پاؤں تک میری رضا پر ان کی نظر ہے۔ "قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین" اے محمدؐ! تو اعلان کر دے، بتا دے کہ تو میرے کتنے قریب ہے یعنی بندے کا بھی تو قریب ہونا ضروری ہے۔ وہ قرب یہ ہے کہ "ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی" میری تو نمازیں، میری عبادتیں، میری قربانیاں، میرا تو مرنا جینا کلیۃً خدا کا ہو چکا ہے۔ پس "فلیستجیبوا لی" کا یہ معنی ہے، اس طرح وہ میری باتوں کا جواب دیں جس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم میری باتوں کا جواب دیتے ہیں اور انہی سے تم پوچھ رہے ہو، انہی کا حوالہ ہے کہ ان سے سیکھو۔ اگر ایسا کرو گے تو تم "ولیومنوا بی" دوسری شرط لگائی ہے یہ ایمان ہے، محض فرضی ایمان کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ پس وہ مجھ پر حقیقی معنوں میں ایمان لائیں۔

اب اس مضمون کا "یستجیبوا" کے ساتھ بہت گہرا تعلق ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارہا اس پر روشنی ڈالی ہے اور بڑی اہمیت دی ہے اس بات کو کہ تم اپنے ایمان کو پرکھتے رہا کرو۔ اگر ایمان ہو تو استجابت یعنی خدا کی باتوں کے جواب میں لبیک کہنا ایک طبعی نتیجہ ہے اس کے لئے کسی منطق کی ضرورت نہیں، زور لگانے کی ضرورت نہیں، وہ از خود قاعدے کی طرح خود بخود ایک نتیجہ پیدا کرے گا اور وہ ہے خدا تعالیٰ کی کامل فرمانبرداری۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے تم تو جانوروں پر بھی زیادہ ایمان لاتے ہو اس کے مقابل پر جتنا خدا پر لاتے ہو۔ فرمایا دیکھو سانپ کا بل ہو اور اس میں سانپ تمہارے سامنے داخل ہوا ہو کبھی جرات ہو گی کہ اس میں انگلی ڈالو؟ یا زہر کے متعلق معلوم ہو کہ یہ زہر ہے اور زہر قاتل ہے اور اٹھو اور جس طرح میٹھے کی ایک مٹھی بھر کے بعض دفعہ منہ میں ڈال لیتے ہو اور اس کو پکڑو مٹھی بھرو اور منہ میں ڈال لو کیا یہ ممکن ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ تمہارا ایمان سچا ہے۔ پس جب ایمان سچا ہو تو جس ذات پر ایمان ہے اس کے تقاضے کوشش سے نہیں بلکہ بے اختیاری سے پورے ہوتے ہیں۔ انسان چاہے بھی تو سانپ کے سوراخ میں انگلی نہیں ڈال سکتا۔ اگر زبردستی اس کی انگلی پکڑ کے ڈالنے کی کوشش کی جائے گی تو بہت زور لگائے گا، بہت جھگڑا کرے گا۔ ناممکن ہے کہ جب تک اس کے اندر طاقت ہو وہ آخری وقت تک اس سے بچنے کی کوشش نہ کرے یہاں تک کہ بے اختیار ہو کر، نڈھال ہو کر جا پڑے۔

یہ مضمون ہے جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی وضاحت کے ساتھ کھولا ہے۔ تو استجابت اور ایمان کا یہ تعلق ہے جو اس آیت میں بیان ہو رہا ہے۔ "فلیستجیبوا لی ولیومنوا بی" حالانکہ بظاہر یہ دکھائی دیتا ہے کہ ایمان پہلے آیا ہے پھر استجابت ہے اور ہے یہی بات۔ مگر استجابت کا دعویٰ دائر کرنے والوں کے لئے خدا کو ڈھونڈنے میں سچے لوگوں کی علامت کے طور پر یہ بتایا ہے کہ وہ لوگ جو واقعتہً خدا کی طلب میں سچے ہوتے ہیں وہ اپنے اعمال سے پہچانے جاتے ہیں۔ اور وہ اعمال گواہی دیتے ہیں کہ وہ ایمان لا رہے ہیں ورنہ محض ایمان گواہی نہیں دیا کرتا کہ کسی کے اعمال سچے ہیں۔ ایمان سچا ہو تو وہ تو اندر کی بات ہے کیا پتہ کیسا ہے۔ لیکن جو اعمال اس ایمان کے نتیجے میں ظہور میں آتے ہیں وہ تو سب دنیا کو دکھائی دیتے ہیں۔ تو لاکھ انسان دعوے کرے کہ میں خدا کی تلاش میں سچا ہوں، لاکھ یہ کہے کہ میں مومن ہوں، ایمان دار ہوں جب تک اعمال کی گواہی ساتھ نہ ہو اس وقت تک اس کے ایمان کی سچائی کے اوپر کوئی دلیل نہیں ہے۔

وہ لوگ جو واقعتہً خدا کی طلب میں سچے ہوتے ہیں وہ اپنے اعمال سے پہچانے جاتے ہیں اور وہ اعمال گواہی دیتے ہیں کہ وہ ایمان لا رہے ہیں ورنہ محض ایمان گواہی نہیں دیا کرتا کہ کسی کے اعمال سچے ہیں

تو اگر یہ معنے "اجیب دعوۃ الداع اذا دعان" کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے حوالے سے کئے جائیں کہ میں دیکھو "الداع" کی اس بلانے والے کی آواز کا ہمیشہ جواب دیتا ہوں جس کی طرف تم آئے ہو۔ تو پھر دوسرے معنے اس کے یہی بنیں گے "فلیستجیبوا لی" پس تم جس طرح یہ میرے لئے ہر بات پہ لبیک کہتے ہوئے آگے بڑھتا ہے اور گردن جھکا دیتا ہے تم بھی ویسا ہی کرو۔ "ولیومنوا بی" تب تم حقیقت میں ایمان والے کہلا سکتے ہو۔ پھر تم جو ایمان لاؤ گے وہ مقبول ایمان ہو گا۔ یہ باتیں ان کو سمجھا دے "لعلھم یرشدون" تا کہ وہ عقل کریں وہ سمجھیں کہ سچائی کی حقیقت کیا ہے۔

پس اس پہلو سے رمضان کے دن تھوڑے رہ گئے ہیں اور یہاں جس خدا کا ذکر ہے کہ میں قریب ہوں میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ رمضان میں یہ قریب تر آ جاتا ہے۔ پس یہاں قریب کا ایک اور معنی بھی ہے کہ اگرچہ ہمیشہ قریب ہوں مگر بعض دن قربت کے دن ہوتے ہیں، بعض وصال کے دن آ جایا کرتے ہیں، وصال کے موسم ہوتے ہیں، بہار کے بھی موسم ہوتے ہیں، خزاں کے بھی موسم ہوتے ہیں۔ پس فرمایا کہ یہ موسم میرے ملنے کا موسم ہے یہ وہ موسم آیا ہے جب میں قریب ہوں۔ پس اس قرب کے دور میں جو زاد راہ آپ نے کمانا ہے وہ خدا خود ہے کیونکہ اگر خدا کما لیں گے تو سارا سال وہ آپ کا بنا رہے گا اور گزشتہ سال کی نسبت سارا سال آپ کو زیادہ قریب محسوس ہو گا۔ اور یہ قرب جو ہے یہ کسی ایک مقام کا نام نہیں بلکہ ہمیشہ ایک بڑھتے رہنے والے متحرک مقام کا نام ہے جسے ایک جگہ قرار نہیں ہے، آگے بڑھ رہا ہے۔ پس قربت کا مضمون لامتناہی ہے۔

"انی قریب" سے مراد یہ ہے کہ میں ہمیشہ قریب رہوں گا لیکن جب تم استجابت کرو گے، میری باتوں کا جواب دو گے تو ایک اور ایمان تمہارے اندر پیدا ہو گا اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

BUYING GROUP FOR GROCERS
AND C.T.N. SHOPS
2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX
TELEPHONE
0181-478 6464 0181-553 3611

Earlsfield Properties
RENTING AGENTS 0181- 877 0762
PROPERTIES WANTED IN ALL AREAS FOR WAITING TENANTS

اس ایمان کے مضمون کو بڑی شان اور وضاحت کے ساتھ پیش فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں انسان کو پتہ نہیں ہوتا وہ سمجھتا ہے کہ میرے تعلقات کسی سے درست ہیں مگر جب حقیقت میں درست ہوتے ہیں تو ان تعلقات میں سے ایک اور روشنی پیدا ہوتی ہے اور پھر وہ تعلقات ایک اور شان کے ساتھ قائم ہو جاتے ہیں۔ جو خواب میں سوتے ہوئے سمجھ رہا ہے کہ میں جاگا ہوا ہوں اس کو بھی تو ایک ہوش ہے مگر جب جاگنے کے بعد اسے ہوش آتی ہے تو وہ اور ہی قسم کی ہوش ہوتی ہے۔ لیکن جہاں تک خدا کا تعلق ہے ہم ہمیشہ ہی سوئے رہیں گے اور ہمیشہ ہی جاگتے رہیں گے اور ہمارا جاگنا ایسا ہی ہو گا جیسے خواب کے اندر سلسلہ بہ سلسلہ ہم جاگتے چلے جا رہے ہیں اور وہ کبھی ختم ہی نہیں ہو سکتا۔

> **خلق کمانے کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ اللہ کی رضا کی خاطر اپنی رضا کی گردن اس کے سامنے جھکا دیں**

پس خدا تعالیٰ کا تصور، اس کا عرفان، اس کے قریب ہونے سے پیدا ہوتا ہے اور جتنا عرفان بڑھتا ہے اتنا وہ قریب ہوتا ہے۔ جتنا عرفان بڑھتا ہے اتنا ہی حقیقت میں ایمان بڑھتا ہے کیونکہ عرفان اور ایمان کا آپس میں گہرا جوڑ ہے۔ یہ دو الگ الگ چیزیں نہیں ہیں۔ الگ الگ کی بھی جاتی ہیں مگر در حقیقت الگ ہونی نہیں چاہئیں۔ کیونکہ ایک چیز جس کی صفات کا آپ کو علم نہ ہو اس پر ایمان بھی ہو تو وہ کافی نہیں ہے۔ ایک جنگل کا پھل آپ دیکھتے ہیں بہت خوبصورت دکھائی دیتا ہے اور خوشبو بھی اچھی ہے، دل چاہتا ہے آپ توڑ کر اسے کھائیں ایمان تو ہے کہ یہ پھل ہے، خوبصورت بھی ہے لیکن یہ نہیں پتہ کہ وہ کیوں کڑوا ہے، کسیلا ہے یا میٹھا ہونے کے باوجود بھی زہریلا ہے۔ یہ جو دوسرا پہلو ہے اس کو عرفان کہتے ہیں۔ یہ علم ہی کی ایک قسم ہے لیکن وہ علم جو آہستہ آہستہ گہرائی میں اترتا چلا جاتا ہے اسے عرفان کہا جاتا ہے ورنہ حقیقت میں علم ہی کی شاخیں ہیں سب۔ تو علم کے بغیر اور عرفان کے بغیر خدا تعالیٰ پر ایمان مکمل ہو ہی نہیں سکتا اور نہ اس سے انسان پورا فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ پس "فلیستجیبوا لی ولیومنوا بی" میں یہ دوسرا ایمان یہ معنے بھی رکھتا ہے کہ وہ میری باتوں کا جواب دیں گے تو ایک اور ایمان ان کو نصیب ہو گا میں نسبتاً زیادہ قریب آؤں گا اور یہ قربت جو ہے یہ نہ ختم ہونے والی ہے۔ بعض دوریاں بھی نہ ختم ہونے والی ہوتی ہیں بعض قربتیں بھی نہ ختم ہونے والی ہوتی ہیں۔ جہاں تک انسان کا تعلق ہے انسان کو بھی یہ تجربے ایک دوسرے سے تعلقات میں ہوتے رہتے ہیں۔ بعض لوگوں کا قرب دکھائی دیتا ہے کہ بہت قریب ہیں لیکن پھر بھی اس ذات میں اور قرب چاہنے والے کے درمیان ایک فاصلہ رہتا ہے اور جوں جوں وہ ایک دوسرے کے مزاج کو سمجھتے ہیں ایک دوسرے سے قریب تر ہوتے چلے جاتے ہیں اور کوئی نہیں جانتا کہ کسی انسان کی کتنی گہرائی ہے۔ جتنی طبیعت میں گہرائی ہو گی اتنا قرب رفتہ رفتہ ملے گا اور بیک وقت یہ نہیں کہہ سکتے کہ مجھے فلاں شخص کا قرب نصیب ہو گیا ہے۔ اور جہاں تک اللہ تعالیٰ کا تعلق ہے وہ قریب تر ہوتے ہوئے بھی تو اتنا دور ہے کہ اس کے متعلق لوگ پوچھتے پھرتے ہیں۔ اس سے صاف پتہ چلا کہ قریب سے مراد کوئی ایک ایسا مقام نہیں ہے جو حاصل ہو گیا، آپ نے پکڑ لیا اور قریب چیز ہاتھ آ گئی۔

قرب کی اتنی منازل ہیں کہ قریب ہونے کے باوجود دکھائی نہیں دیتا، سنائی نہیں دیتا، اس کا شعور پیدا نہیں ہوتا، اس پر ایمان نہیں آتا اور قریب پھر بھی ہے۔ جب شعور پیدا ہوتا ہے تو ایمان بڑھنے لگتا ہے وہ حقیقت میں کچھ اور قریب ہونے لگتا ہے اور یہ قرب ایسا نہیں کہ چیز چیز سے ٹکرا گئی اور بات ختم ہو گئی۔ یہ قرب ایسا ہے جو لامتناہی سفر ہے کبھی نہ ختم ہونے والا اور اسی لئے سیر فی اللہ کا مضمون قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے۔ تو ایک سیر ہے جو کسی جگہ پہنچ کر اس کو دیکھا جاتا ہے اس کا نظارہ کیا جاتا ہے۔ ایک سیر ہے جو ڈوب کر ہوتی ہے۔ تو سیر فی اللہ کا جو محاورہ ہے اس میں یہی اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں ڈوب کر اس سے زیادہ قریب تو ہو نہیں سکتے کہ کسی کی ذات میں ڈوب جاؤ مگر وہاں پہنچ کر اتنے قرب کے بعد تمہیں یہ سمجھ آئے گی کہ منزل آ نہیں گئی، منزل کی طرف سفر شروع ہوا ہے۔ اور یہ وہ سفر ہے جو غیر متناہی سفر ہے، اس کا کوئی کنارہ نہیں ہے کیونکہ غرق ہونے کے بعد ایک ایسی ذات میں غرق ہونے کے بعد جس کی کوئی اتھاہ نہیں، جس کی کوئی آخری حد نہیں ہے، کوئی نیچے ایسی چٹان نہیں کہ پہنچ کے آپ کہہ دیں کہ یہ اس کی آخری حد تھی بلکہ اس کی گہرائی لامحدود ہے کوئی مقام نہیں جہاں پہنچ کے پاؤں لگ سکیں انسان کے۔

پس اس پہلو سے قریب کے معنے جو ہیں وہ یہ ہونگے کہ وہ جب میری باتوں کا جواب دیں گے تو اس کا مجھ پر ایمان ہمیشہ بڑھتا رہے گا۔ اور ایمان بڑھنا یہاں ان معنوں میں ہے کہ عرفان بڑھتا رہے گا۔ ایمان بڑھنا یہاں ان معنوں میں ہے کہ میری ذات کا علم ان کو ایسا نصیب ہو گا کہ ہر دفعہ وہ کہیں گے ہیں! یہ خدا تھا۔ ہم تو دھوکے میں رہے، ہم تو کچھ اور سمجھتے رہے لیکن اللہ یہ بھی ہے اور یہ بھی ہے اور یہ بھی ہے اور یہ بھی ہے۔ ایک ایسی خوبصورت وادی کا سفر جو نہ ختم ہونے والی ہو ہر موڑ پر ایک نیا حسن دکھائے اس سفر کی طرف اشارہ ہے "ولیومنوا بی" استجابت کریں، میری باتیں مان کے تو دیکھیں، ان کو پتہ تو لگے کہ ایمان کیا ہوتا ہے۔ پھر وہ مجھ پر ایمان لائیں گے اور وہ ایمان جو ہے وہ نہ ختم ہونے والا ہے۔ "کل یوم ھو فی شان" پھر وہ مجھے دیکھیں گے کہ میری تو ہر دن ہر لحہ جو ان پر گزرتا ہے شان بدلتی چلی جا رہی ہے۔ ایک شان کے ساتھ میں آج ان پر طلوع ہوا ہوں، ایک نئی شان کے ساتھ کل طلوع ہو نگا۔ جب ہر لحہ شان بدلے گی تو علم کامل ہو ہی نہیں سکتا مگر علم صحیح رخ پر رواں ہو سکتا ہے اس سے زیادہ انسان کو کوئی طاقت نہیں اس سے زیادہ وہ کچھ حاصل نہیں کر سکتا کہ اللہ تعالیٰ کے عرفان یا اس کے علم کے سفر میں انسان غرق ہو جائے اور آگے بڑھتا چلا جائے یہاں تک کہ وہ خود راہنمائی کر کے ہاتھ پکڑ کر پھر اپنی طرف لے کر جائے۔

اب یہ عجیب بات لگتی ہے ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف لے جانا مگر قرآن کریم یہی فرماتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے روحانی سفر کے متعلق "اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ" کہ اللہ نے محمدؐ رسول اللہ کا گویا ہاتھ پکڑا، ہاتھ پکڑ کر وہ ایک سفر پر ساتھ روانہ ہوا جو خدا کی طرف کا سفر تھا۔ تو ظاہر بات ہے کہ اس میں جسمانی سفر مراد ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ کوئی شخص کسی کا ہاتھ پکڑ لیتا ہے وہ اپنی طرف اس کو روانہ کر ہی نہیں سکتا۔ مگر اگر لامحدود ذات ہو اور اس کی ذات کے اندر کا سفر ہو تو وہ ہاتھ پکڑنے والا جہاں ہاتھ پکڑتا ہے وہاں بھی ہے اور اپنی جن گہرائیوں کی طرف لے کر جا رہا ہے وہاں بھی ہے۔ پس وہ ہاتھ پکڑتا ہے اور اپنی ذات کے اندر کا ایک ایسا سفر شروع کراتا ہے جو کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ پس ان معنوں میں "ولیومنوا بی" کے مضمون کو آپ سمجھیں تو فرمایا "لعلھم یرشدون" یہ حقیقت لوگ سمجھ جائیں تو پھر وہ ہدایت پا جائیں گے۔ ہو سکتا ہے وہ ہدایت پا جائیں "لعلھم" ان کے لئے امکان پیدا ہو گا۔

پس اس رمضان مبارک میں یہ مزے چکھیں تو پھر آپ کو سمجھ آئے گی کہ عبادتوں کا کیا مقصود ہے؟ بھوکا رہنا کیوں ہے؟ ورنہ خالی بھوکا رکھنے سے اور تکلیف دینے سے تو خدا کو کوئی مزہ نہیں آتا۔ وہ تو رازق ہے وہ تو جب اپنے بھوکے بندے کو کھانا کھاتے دیکھتا ہے تو جو لذت بھی خدا کے حوالے سے بیان کی جاتی ہے وہ محسوس فرماتا ہے یہاں تک کہ لوگوں سے قیامت کے دن سوال کرے گا کہ میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا کیوں نہ کھلایا۔ گویا ایسی لذت محسوس کرتا ہے گویا بھوکا کھاتے وقت محسوس کر رہا ہو۔ ہم تو ہر بھوکے کی ذات میں ڈوب کر اس کی بھوک کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے، اس بھوک کے مٹنے پر اس کی لذت کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ مگر وہ ذات جو ہر جگہ ہے، ہر کنہہ سے واقف ہے وہ جانتی ہے کہ بھوک کیا تھی۔ وہ ذات جانتی ہے کہ بھوک مٹنے پر جو لطف آیا ہے یا سکون نصیب ہوا ہے وہ کیا چیز ہے۔ تو خدا تعالیٰ کی جہاں اس حد تک باریک نظر ہو اپنے بندوں پر کہ ان کی بھوک بن جائے، ان کی سحری خدا کی سحری ہو جائے اس ذات کے متعلق یہ کہنا کہ ہم نے اسے حاصل کر لیا ہم جان گئے ہیں یہ درست نہیں ہے۔ یہ تو تجربہ ہو گا تو پتہ چلے گا، رفتہ رفتہ اس میں سفر ہو گا۔

> **خدا کو اس طرح کمائیں کہ وہ قریب دکھائی دینے لگے اور ایسا قریب ہو کہ اس کی قربت کے اثرات آپ کی ذات میں ظاہر ہوں**

پس رمضان کے مہینے میں وہ آپ کو بھوکا رکھنے سے کیا مزے اٹھا سکتا ہے جو خود بتا رہا ہے کہ میں تو تمہاری بھوک مٹا کے لطف اٹھاتا ہوں۔ آپ کو پیاسا رکھ کے کیسے وہ مزے اڑا سکتا ہے جب کہ وہ خود کہتا ہے کہ میں پیاسے کی پیاس بجھاتا ہوں، ننگے کو کپڑے دیتا ہوں، جس کی چھت نہیں ہے اس کے لئے چھت کا سامان کرتا ہوں اور جو ایسا کرتا ہے وہ گویا میری خاطر ایسا کرتا ہے، مجھے دیتا ہے۔ پس یہ معنے ہیں بھوک اور تکلیف کے کہ اللہ تعالیٰ چونکہ خود بنی نوع انسان کی تکلیفوں کو سمجھتا ہے اور جس حد تک سمجھتا ہے اس حد تک کوئی اور ذات سمجھ نہیں سکتی۔ تکلیفوں کے دور ہونے کا لطف جو خدا کو علم ہے دنیا میں کسی اور ذات کو علم نہیں تو ہمیں بھی اپنے عرفان کی خاطر ان باتوں میں سے گزارتا ہے۔ اور عرفان الٰہی کا ایک یہ بھی مضمون ہے کہ جیسے خدا اپنے بندوں کے حال پر گہری نظر رکھتا ہے ان کی بھوک پر بھی نظر رکھتا ہے، ان کی پیاس پر بھی، ان کی غربت پر بھی، ان کی بھوک مٹنے کے لطف بھی جانتا ہے، پیاس بجھنے کے لطف بھی جانتا ہے، غربت سے امیری کی طرف سفر کی جو لذتیں ہیں ان سے بھی آشنا ہے، اس خدا کی طرف تم نے حرکت کرنی ہے تو وہ طریق اختیار کرو۔ اس لئے جو بھوک ہے وہ خدا تعالیٰ کے مزید عرفان کی خاطر ہے اور ہمیں وہ عرفان اپنی ذات کے حوالے سے دیا جا رہا ہے ورنہ خدا کو ہم بذات خود پہچان سکتے ہی نہیں کیونکہ وہ ذات

SATELLITES
OFFICIAL SKY AGENTS
SKY
TV ASIA
MTV AHMADIYYA

VIEW THE SERMON EVERY DAY ON EUTELSAT - SATELLITE SYSTEM AVAILABLE FOR ALL SATELLITES IN THE WORLD.
VIEWING CARDS IN STOCK. INSTALLATION AVAILABLE.
MAIL ORDER & INTERNATIONAL EXPORT SERVICE AVAILABLE
WE ACCEPT CREDIT CARDS. CALL FOR COMPETITIVE PRICES. ASK US FOR MORE DETAILS.

S.M SATELLITE SERVICES
15 BRIDGE END, CAMBERLEY, SURREY, GU15 2QX, ENGLAND
TEL: 01276-20916 FAX: 01276-678 740
RECEIVERS, DECODERS, DISHES, SMART CARDS

ہی الگ ہے۔ "لیس کمثلہ شیء" اسی جیسی تو کوئی ذات ہے ہی نہیں۔ پس خدا کے سکھانے کے ڈھنگ بھی دیکھیں کتنے پیارے ہیں۔ ہمیں ہمارے حوالوں سے سکھاتا ہے اور بتاتا ہے کہ دیکھو تم جب بھوکے رہو گے تو اس بھوک کے نتیجے میں تمہیں اپنے بھائی کی تکلیف کا احساس ہوگا اور یہ اس وقت تمہیں یاد آنا چاہئے کہ خدا کو احساس ہے اور وہ بھوک، بھوک کی خاطر نہیں ڈالتا بلکہ اس سے اور بہت سے عظیم مقاصد ہیں جو حاصل ہوتے ہیں۔ اور بھوک اور تکلیف کے نتیجے میں اگر وہ خدا کی خاطر برداشت کی جائیں تو اللہ کی طرف سفر شروع ہو جاتا ہے اور انسان ان ذرائع سے اپنے آپ کو مزید چمکاتا ہے، اس اہل بنا دیتا ہے کہ وہ خدا کا قرب حاصل کر سکے۔

جس کو غریب کی خدمت کی لذت آ جائے ناممکن ہے کہ زندگی بھر پھر وہ لذت اس کا ساتھ چھوڑ دے

پس جب رمضان شریف میں ایک انسان کسی غریب بھوکے کو کھانا کھلاتا ہے اور اس کی لذت محسوس کرتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ بھوک کیا ہے۔ پہلے بھی جانتا تھا مگر پہلے علم اور تھا اب ایک لمبا روزہ رکھا ہے اس نے اب جو وہ بھوک کو پہچاننے لگا ہے ویسا پہلے نہیں پہچانتا تھا پھر وہ کسی کو کھلاتا ہے اور خدا کی خاطر کھلاتا ہے۔ تو خدا نے جو بھوک کی تکلیف کا ذکر فرمایا کہ میں محسوس کر رہا تھا اور بھوک مٹنے کی خوشی کا اظہار فرمایا بعض لوگوں سے کہے گا تم نے مجھے کھانا کھلایا تھا جب میں بھوکا تھا تو یہ مراد ہے۔ یہ دونوں تجربے آپ کو رمضان میں دیکھیں کس شان اور صفائی کے ساتھ اور کس گہرائی کے ساتھ حاصل ہو سکتے ہیں۔

لیکن اگر یہ نہ ہو بلکہ افطاریاں کرانا ایک رسم بن جائے اور نام و نمود کا ذریعہ ہو جائے تو یہ رمضان بالکل فضول، خالی خالی چلا جائے گا۔ نہ آپ کو اللہ کا عرفان نصیب ہوگا، نہ اس کے وہ فوائد ملیں گے، نہ اس کے نتیجے میں قرب الٰہی کا احساس پیدا ہوگا۔ کیونکہ رمضان کمانا ہے تو اس طرح کمائیں جیسے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے کمایا اور آپؐ سے بڑھ کر قربت کسی نے کمائی نہیں۔ اگرچہ یہ بھی خدا کا فضل ہی تھا جو آپ کو عطا ہوا۔ مگر قربت کمانے کے بھی تو کچھ راز ہوا کرتے ہیں، کچھ ڈھنگ ہوتے ہیں۔ بیٹھے بٹھائے تو قربت نہیں کمائی جاتی۔ آپ سمجھتے ہیں حسن ایسی چیز ہے جس میں کوئی محنت نہیں از خود اس کے نتیجے میں ایک شخص دوسروں کو قریب کر لیتا ہے مگر روحانی حسن کمانے پڑتے ہیں۔ یہ یاد رکھیں خَلق اور خُلق میں یہ ایک نمایاں فرق ہے۔ خَلق تو وہ تحفہ ہے جو بنا بنایا آپ کو نصیب ہو گیا اور خُلق میں سے ہر خلق کی قیمت دینی پڑتی ہے۔ پس باوجود اس کے کہ بعض لوگ اعلیٰ اخلاق کی صلاحیتیں لے کے پیدا ہوتے ہیں مگر یہ خیال غلط ہے کہ ان کے خُلق کی ان کو قیمت نہیں دینی پڑتی۔ ہر خُلق کے بدلے کوئی قربانی کرتے ہیں۔ اور خُلق نام ہے مسلسل قربانی کا۔ مسلسل ایثار کے بغیر آپ کو خلق کا معنی سمجھ آ ہی نہیں سکتا۔ ایک آدمی کسی ناپسندیدہ بات کو دیکھتا ہے اگر بے اختیار اس کا ناپسندیدگی کا اظہار ہوتا ہے، گالی منہ سے نکلتی ہے، مشتعل ہو جاتا ہے، کبھی ہاتھ اٹھا بیٹھتا ہے، کبھی کسی اور ایسے طریق پر اس کو ذلیل اور رسوا کرتا ہے کہ اس کے دل سے اس کی بھڑاس نکل جائے اس کو خلق تو نہیں کہتے۔ یہ تو بنیادی بہیمیت ہے۔ وہ فطرت ہے جو Raw حالت میں ہے جو اپنی کچی حالت میں ہے۔ خلق کے لئے قربانی دینی پڑتی ہے۔ ایسا شخص جب برداشت کرتا ہے تو بسا اوقات دیکھنے والے کو پتہ ہی نہیں کہ اس کے دل پہ بھی تو کچھ گزر رہی ہے یہ بھی محسوس کر رہا ہے، محسوس ہونے کے باوجود برداشت کرتا ہے۔ تو دیکھیں ایک دیکھنے والے کے نزدیک تو کوئی آواز ہی نہیں آئی، چپ کر کے ایک آدمی بیٹھا رہا ہے کہتے ہیں یہ بڑا خلیق ہے اس نے اچھے اخلاق کا مظاہرہ کیا مگر اس مظاہرے کے دوران اندر اس کے کیا کیفیت تھی یہ آپ کو کیا پتہ لگ سکتا ہے۔

خلق میں اگر آپ تفصیل سے غور کریں گے اپنے تجربات پر غور کریں گے تو لازماً آپ کو دکھائی دے گا کہ ہر خلق کے اندر ایک مشقت اور محنت ہے اور بغیر محنت کے خلق کمائے نہیں جاتے۔ پس یہ کہہ دینا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے صلاحیتیں زیادہ بخشی تھیں اس لئے آپ نے تو اوپر آنا ہی تھا۔ جتنی صلاحیتیں آپ کو بخشی ہیں آپ نے ان کو استعمال کر لیا ہے؟ کیا اپنی استعداد کے مطابق آپ خلیق ہو گئے ہیں ان معنوں میں کہ آپ کو جو استعدادیں ملی تھیں آپ نے ان کو اس طرح زیر نگین کر لیا اور ہر لمحہ اپنے جذبات کے حوالے سے آپ نے قربانیاں دے دے کر اپنے آپ کو چمکایا ہے۔ اگر یہ درست ہے تو پھر تو ٹھیک ہے کہ آپ کہیں کہ جہاں تک ہم پہنچ سکتے تھے ہم پہنچ گئے جہاں تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پہنچ سکتے تھے آپ پہنچ گئے اس میں ہمارا کوئی دخل نہیں، مگر یہ درست نہیں ہے۔ صرف یہ بات نہیں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو وسیع تر اخلاق کی صلاحیتیں بخشی گئی تھیں بلکہ یہ بھی درست ہے کہ آپ اس کنارے تک پہنچے ہیں، اپنی حدود کے آخری کناروں کو چھوا ہے۔ اور اس سفر کے لئے بے انتہا قربانیاں دی ہیں۔ ایک ایک لمحہ آپ کا خلق کماتے ہوئے گزرا ہے تب جا کے وہ معراج نصیب ہوا جس کو لوگ دیکھتے ہیں اور عش عش کرتے ہیں اور نہیں جانتے کہ اس کی حقیقت کیا ہے۔ پس ہر شخص کا اپنا بھی تو ایک معراج کا مقام ہے۔ ہر شخص کو جو صلاحیتیں بخشی گئی ہیں ان کو اگر بروئے کار لائے، ان کا حق ادا کرے، ان کا حساب دے سکتا ہو تو ہر شخص سے ایک خوبصورت وجود رونما ہوگا جو ایک خلق آخر کہلائے گا اور یہی خلق کمانا ہے۔ اس مضمون کو سمجھے بغیر آپ خلیق بن ہی نہیں سکتے، خلق کما ہی نہیں سکتے۔ پس صلاحیتیں سب کو بخشی گئی ہیں لیکن یہ مضمون ہے "فلیستجیبوالی" کہ خلق کمانے کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ اللہ کی رضا کی خاطر اپنی رضا کی گردن اس کے سامنے جھکا دیں۔ اور اس سے بہتر خلق کمانے کا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ جب رضائے باری تعالیٰ کی خاطر آپ ایک کام کرتے ہیں تو قطع نظر اس سے کہ آپ کو خلق کی تعریف آتی بھی ہے کہ نہیں آتی آپ خلیق ہو رہے ہونگے۔ دن بدن آپ زیادہ با اخلاق ہوتے چلے جائیں گے۔ پس اس کے لئے کسی علم کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ہے لطف کی بات جو اس آیت میں ہمیں سمجھا دی گئی ہے کہ جس سے پوچھا ہے اس کی پھر ادائیں بھی تو سیکھو۔ یہ مونہہ سے کہہ دینا تو آسان ہے کہ قرب الٰہی، خدا ہر جگہ ہے ہم ہر وقت خدا کے قریب ہیں تو اب جس سے پوچھ بیٹھے ہو اب اس کی ادائیں بھی دیکھنی ہونگی۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ قریب ہے تو کن معنوں میں قریب ہے۔ ان معنوں میں قریب ہے کہ ہمہ وقت، ہر لمحہ وہ محمدؐ رسول اللہ کے ساتھ ہو رہا ہے ایک لمحہ بھی جدائی کا نصیب نہیں ہوا اور اس لئے ہوا ہے کہ ہر لمحہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے استجابت سے کام لیا ہے یعنی خدا کی باتوں پر "لبیک لبیک اللّٰھم لبیک" کہا ہے۔ اپنے سارے وجود کو ایک سواری جس طرح اپنے آپ کو سوار کے حضور پیش کرتی ہے آپ نے اللہ کی رضا کو اپنی جان پر سوار کر لیا اور اس سواری کے خوب حق ادا کئے۔ یہ کرو گے تو پھر "فلیومنوالی" پھر تمہیں ایک عجیب ایمان نصیب ہوگا۔ ایک ایسا عرفان نصیب ہوگا کہ اس وقت تم کہو گے کہ ہیں ہیں! ہم تو یونہی سوئے ہوئے تھے۔ جاگے تھے تو خواب ہی میں جاگے تھے، اب پتہ چلا ہے کہ خدا ہے کیا؟ اب سمجھے ہیں کہ قرب اس کو کہتے ہیں۔

پس قرب کی خاطر اس مہینے میں جب خدا قریب تر آیا ہوا ہے یعنی ہماری پہنچ کے نزدیک ہے اب اسے ایسا پکڑ لیں کہ پھر وہ سارا سال اس سے پیچھے نہ ہٹ سکے۔ یہ وہ بات ہے جس کی طرف میں آپ کو خصوصیت سے متوجہ کرنا چاہتا ہوں کیونکہ اگلا جمعہ جو آئے گا اس وقت تک رمضان اپنے نصف سے پلٹ کر دوسرے نصف کی طرف ڈھل چکا ہوگا اور اس سے اگلا جمعہ جو آئے گا تو عین ان راتوں میں آئے گا جب کہ سب کو لیلۃ القدر کی تلاش ہوتی ہے گہما گہمی ہوتی ہے، مسجدیں بھر جاتی ہیں، وہ نمازی بھی جو کبھی ویسے توفیق نہیں پاتے، گھر میں بھی نماز پڑھنے کی توفیق نہیں پاتے وہ بھی مسجدوں کی طرف دوڑتے ہیں۔ تو اس سے پہلے پہلے باتوں کو سمجھ لیں ورنہ افراتفری میں کچھ بھی کمائی نہیں ہوتی۔ آپ سمجھ رہے ہونگے کہ بڑا مزہ آیا بڑا جوش و خروش ہے لیکن بعد میں جب حساب کریں گے تو ہاتھ پلے کچھ بھی نہیں ہوگا۔ اس لئے ہاتھ پلے اگر کچھ رکھنا ہے تو خدا کو کمائیں اس طرح کمائیں کہ وہ قریب دکھائی دینے لگے اور ایسا قریب ہو کہ اس کی قربت کے اثرات آپ کی ذات میں ظاہر ہوں۔ اگر وہ اثرات ظاہر نہیں ہونگے تو وہ قریب نہیں ہے۔ اگر وہ اثرات ظاہر نہیں ہونگے تو آپ کا ایمان اسی طرح خالی ہے جیسے پہلے تھا۔

پس یہ تو اتنا واضح کھلا کھلا مضمون ہے کہ جیسے ایک دکاندار سارے دن کی محنت کے بعد رات کو بہی کھاتے لے کر بیٹھ جاتا ہے اور جمع تفریق کرتا ہے اور جانتا ہے کہ مجھے یہ فائدہ ہوا اور نقصان ہوا۔ پس رمضان کے دوران ہر رات اپنا ایک بہی کھاتہ کھول لیا کریں اور غور کیا کریں کہ خدا کو آپ نے پایا بھی ہے کہ نہیں۔ اس طرح کا پانا ایک فرضی بات ہے کہ اب میرا خدا ہو گیا بس چھٹی ہو گئی۔ یہ پانا جو ہے انچ انچ، لحہ بہ لحہ اس کی طرف بڑھنا اسے اپنانا ہوگا۔ اور یہ اگر آپ سفر سیکھ لیں قرب کے یہ معنے سمجھ جائیں ان معنوں کے مطابق اللہ کے قریب ہونا شروع ہوں تو اس رمضان کے آخر تک ہم یقین سے کہہ سکیں گے کہ اب خدا ہمارے اس سے زیادہ قریب ہے جتنا پچھلے سال رمضان کے آخر پہ تھا۔ اور یہ جو قرب ہے یہ پھر واپس نہیں ہوا کرتا۔ نیکیاں اور نیکیوں کے جذبے بڑھتے بھی ہیں کم بھی ہو جاتے ہیں مگر قرب جس کی بات میں کہہ رہا ہوں اس میں کبھی کوئی کمی نہیں آتی۔ وہ ایک دائمی حقیقت ہے اور اسی کا دوسرا نام روح القدس ہے۔ روح القدس ایک زندہ حقیقت بھی ہے لیکن ہر انسان کو جو روح القدس نصیب ہوتی ہے وہ اس طریق پر نصیب ہوتی ہے کہ اس کا ساتھ دائمی ہوا کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے بھی روح القدس کو اسی معنے میں سمجھا، اسی معنے میں بیان فرمایا اور قرآن کریم نے اس مضمون کو خوب کھول دیا ہے کہ روح القدس ایک ایسی برکت ہے کہ جو آکر پھر جایا نہیں کرتی۔ کہیں قرآن کریم میں اشارۃً بھی یہ نہیں بیان فرمایا کہ روح القدس آکر چھوڑ کر چلی جاتی ہے۔ وہ ساتھ رہنے والی حقیقت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی روح القدس کو اس معنے میں وضاحت کے ساتھ ہمارے سامنے رکھا ہے کہ یہ تو ایک دائمی برکت ہے۔ پس خدا تعالیٰ کا قرب ایسا جو آکر ٹھہر جائے، ٹھہران

محمد صادق جیولرز

MOHAMMAD SADIQ JUWELIER

آپ کے شہر ہمبرگ میں عرب امارات کی دوسری شاخ۔ ہمارے ہاں جدید ترین ڈیزائنوں میں خالص سونے کے زیورات دستیاب ہیں۔ عرب امارات کے بنے ہوئے ۲۲ قیراط سونے کے زیورات گارنٹی کے ساتھ دستیاب ہیں۔ نیز زیورات کی مرمت کے علاوہ ہر قسم کے زیورات آرڈر پر بھی بنوائیں۔ پرانے زیورات کو نئے میں بھی تبدیل کرواسکتے ہیں۔

ہمارے پتہ جات:

Hamburg:
Hinter der Markthalle 2
Near, Thalia Theater Karstedt,
20095 Hamburg,
Tel: 040/30399820

Frankfurt:
S. Gilani,
Tel: 069/685893

معنوں میں نہ جائے کہ بڑھے نہیں بلکہ ٹھہران معنوں میں جائے کہ آپ کے گھر کا ہوچکا ہو اور پھر آپ کو یہ خطرہ نہ ہو کہ یہ مجھے چھوڑ کر چلا جائے گا۔ اتنا خدا آپ کمالیں جو پھر مستقلاً آپ کا ضرور ہوچکا ہو۔ یہ ہے قرب الٰہی تا کہ اتنے حصے پر تو جب بھی ہاتھ بڑھائیں آپ کا ہاتھ پڑ جائے، آپ دیکھ لیں ٹٹولیں کہ ہاں یہ ہے۔ پس یہ وہ معنے ہیں قرب کے جن معنوں کی طرف متوجہ کر کے میں آپ کو بقیہ رمضان میں دعاؤں کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔

اپنے لئے دعا کریں اور ہر روز یہ پہچان کرنے کی کوشش کریں کہ آپ نے خدا کو کسی حد تک پایا ہے کہ نہیں پایا اور کیا اس حد تک پایا ہے کہ وہ آپ کا اپنا یا گیا ہے۔ اور اگر اس حد تک نہیں پایا تو پایا ہی نہیں۔ یہ بالکل جھوٹ ہے کہ کوئی یہ سمجھے کہ میں نے خدا کو پایا تو تھا مگر وہ چھٹ گیا، جاتا رہا۔ کیونکہ خدا کی حقیقت ایک حسن ہے اور ایسا کامل حسن ہے کہ پھر اسے چھوڑا جا سکتا ہی نہیں۔ تو اس خدا کو پائیں جو حسن کامل ہے جو دور سے بھی دکھائی دیتا ہے اور غیروں کی نظر سے بھی دکھائی دیتا ہے مگر قریب سے بھی دکھائی دیتا ہے اور اپنی نظر سے بھی دکھائی دیتا ہے اور اپنی نظر سے دکھائی دیتا ہے تو رگ جان سے بھی قریب تر ہو جاتا ہے۔ یہ معنی ہے قرب الٰہی کا جو پھر کبھی بے وفائی نہیں کرتا، کبھی چھوڑ کر نہیں جاتا۔ رگ جان سے قریب تر ہو گیا تو کیسے ممکن ہے کہ آپ زندہ رہیں اور وہ چھوڑ کر چلا جائے۔ رگ جان چھٹے گی تو پھر وہ خدا چھٹے گا اور رگ جان کا رشتہ کٹا تو موت واقع ہو گئی تو خدا تو اس سے بھی قریب تر ہے۔ پس یہ دوام ہے قرب الٰہی کا جس کی طرف اس آیت کریمہ میں بھی اشارہ فرمایا گیا ہے کہ خدا تمہارا ہو گا لیکن جب بھی ہو گا، جتنا بھی ہو گا، تب تمہارا ہو گا اگر وہ تمہارا ہو چکا ہو اور پھر کبھی تمہیں نہ چھوڑے یعنی تم پھر کبھی اس کو چھوڑ نہ سکو۔ چھوڑو تو تمہاری جان اس چھوڑنے میں جائے۔ یہ وہ مضمون ہے جس کو آپ سمجھ کر رمضان میں اپنی نگرانی کریں اور اپنی دعاؤں میں یہی باتیں مانگیں جس طرح ظفر نے کہا ہے ۔

میں نے چاہا تھا اس کو روک رکھوں، میری جان بھی جائے تو جانے نہ دوں

کئے لاکھ فریب کروڑ فسوں، نہ رہا، نہ رہا، نہ رہا، نہ رہا

تو دنیا کے محبوب تو ایسے بھی ہوتے ہیں۔ انسان چاہے بھی پیار ہو جائے، عشق ہو جائے واقعۃً یہ چاہتے ہوں کہ "میری جان بھی جائے تو جانے نہ دوں" مگر جب جاتے ہیں تو لاکھ فریب کریں، کروڑوں فسوں کریں "نہ رہا نہ رہا نہ رہا نہ رہا" مگر خدا تو ایسا محبوب نہیں ہے۔ وہ تو جب آپ کا بنتا ہے جتنا بن جاتا ہے پھر ممکن ہی نہیں کہ وہ آپ کو چھوڑ کر چلا جائے۔ آپ کے لئے بھی ممکن نہیں رہتا کہ اسے چھوڑ دیں۔ اور یہ مضمون جو ہے یہ رفتہ رفتہ خدا کو پانے کے ساتھ بھی تعلق رکھتا ہے۔ یہ مراد نہیں ہے کہ سارا خدا مل جائے۔ سارا خدا تو بندے کو مل سکتا ہی نہیں۔ سارے خدا کی طرف دائمی حرکت ہو سکتی ہے اور سارے خدا کی طرف دائمی حرکت کے لئے یہ شرط ہے کچھ تو ملے۔ کچھ تو ہاتھ میں ہو کہ جس کو آپ سمجھیں کہ ہاں یہ خدا تھا، خدا ہے یہ میرا ہو چکا ہے۔ یہ تعلق قائم ہو گا تو سفر شروع ہو گا۔ اگر قائم نہیں ہو گا تو لاکھ رمضان آئیں اور گزر جائیں آپ کو ہر رمضان کے بعد یہی واویلا کرنا ہو گا کہ "نہ رہا نہ رہا نہ رہا نہ رہا" لگتا تھا کہ آیا ہے، لگتا تھا کہ ہمارے دل پہ بھی رونق کی ہوائیں چلی ہیں مگر وہ آئیں اور گزر گئیں اور دل کی ویرانی نہ گئی۔ خزاں خزاں ہی رہی اور بہار کے موسم میں تبدیل نہ ہوئی کیونکہ بہار کی علامتیں باقی دکھائی نہیں دے رہیں۔

پس خواہ تھوڑا کمائیں اتنا کمائیں جو واقعۃً خدا کا کمانا ہو اور جب خدا کمایا جائے گا تو "فلیستجیبوا" کی علامتیں آپ کی ذات میں بولنے لگیں گی۔ پھر آپ کا دعویٰ ایمان کا نہیں ہو گا۔ دنیا دیکھے گی کہ ہاں ان کی ذات میں ہمیں خدا کی استجابت کے نظارے دکھائی دے رہے ہیں، اس کی علامتیں ظاہر ہو گئی ہیں۔ اس طرح اگر آپ کرتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ یہ رمضان ہمارا بہت ہی بابرکت رمضان گزرے گا۔

اس ضمن میں میں نے ایک مختصر سی بات کہی تھی اب اسی کو پھر یاد کرا کے اس خطبے کو ختم کروں گا۔ کہ افطاری کروانا اچھی بات ہے مگر افطاریوں میں جان ڈال دینا ان معنوں میں کہ خوراک کی باتیں ہو رہی ہیں کس نے زیادہ اچھا کھلایا، کس نے زیادہ اچھا پکایا یہ تو رمضان کے مضمون کے منافی ہے۔ سوشل فنکشن منا لینا اس حد تک کہ بعض جگہ اطلاعیں ملی ہیں کہ چندے اکٹھے ہو رہے ہیں کہ افطاریاں کروائیں۔ کل کی بات ہے میں نے فیکس پہ ان کو کہا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ہرگز اجازت نہ دیں۔ انہوں نے کہا کیا جماعت کی طرف سے کر لیں۔ میں نے کہا جماعت کی طرف سے یہ بھی رمضان کا ایک حصہ ہے کبھی اکٹھا بیٹھنے سے ایک محبت بڑھتی ہے اگر جماعت اپنی طرف سے کرتی ہے تو کرے بے شک لیکن افطاریاں کروانے کو رسم بنا لینا اور اس کے لئے چندے اکٹھے کرنا اور جو پیسے دے سکتا ہے وہ آئے، یہ بالکل ظلم ہے، رمضان کی روح کے بالکل منافی اور اس سے متصادم ہے۔

رمضان کی روح تو یہ ہے کہ آپ بھوکے رہتے ہیں، بھوکوں کی خاطر ان بھوکوں کی خاطر جن میں خدا آپ کا انتظار کر رہا ہے جن کی تکلیف میں خدا موجود ہے آپ وہاں پہنچیں گے تو خدا کو پہچانیں گے ان کی خدمت کریں۔ اصل افطاری وہ ہے کہ جب جہاں آپ کو بھوکوں کی تلاش ہو جہاں غریبوں کی جستجو ہو دیکھیں کہ کون کون ہیں جو دکھوں میں مبتلا ہیں، ان تک پہنچیں، ان کے دکھ دور کریں، وہ لذت جو آپ محسوس کریں وہ لذت خدا محسوس کر رہا ہو گا یہ ہیں وصل کے ذریعے۔ اس بھوک میں بھی آپ کو وصل نصیب ہو گا جو غیر کی، خدا کے بندے کی بھوک آپ کے دل میں مچل رہی ہوتی ہے۔ اس سحری میں بھی آپ کو خدا محسوس ہو گا جو سحری ایک خدا کے غریب بندے کی کروا کر آپ ایک لذت محسوس کرتے ہیں تو قرب کے ذریعے ایسے بھی نہیں ہیں جو فرضی ہیں، وہ دکھائی دیتے ہیں۔ اور ان غریبوں میں خدا کا قرب بھی تلاش کریں ان کے حقوق ادا کریں ان کے لئے زیادہ سے زیادہ اپنے سینے کھولیں تو ان سینوں میں خدا ضرور بس جائے گا اور پھر ہمیشہ بس جائے گا۔

اور یہ بھی ایک تجربہ ہے جس کو غریب کی خدمت کی لذت آ جائے ناممکن ہے کہ زندگی بھر پھر وہ لذت اس کا ساتھ چھوڑ دے۔ یہ تو ایسا چسکا ہے جو جان کا حصہ بن جاتا ہے۔ کسی کا دکھ دور کرنا ایک ایسی لذت ہے جو کسی اور جزا کو چاہتی ہی نہیں ہے۔ دکھ دور کرنا خود ایک لذت ہے۔ تو "انی قریب" کا یہ معنی ہے۔ اس کو سمجھیں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنا قرب عطا فرمائے جو دوام رکھتا ہے جسے روح القدس کی برکت بھی کہا جاتا ہے۔

خطبہ ثانیہ سے قبل حضور انور نے فرمایا:

ابھی نماز جمعہ اور عصر کے بعد ایک بیعت ہو گی۔ عام طور پر تو یہ رواج نہیں ہے، مطلب ہے دستور نہیں ہے مگر روس سے ہمارے ایک دوست تشریف لائے ہوئے ہیں جن کا نام آذربائیجان ہے اور یہ ایک بہت بڑے آرٹسٹ ہیں اور اس ملک کے تھیٹرز ایسوسی ایشن کے صدر اور انٹرنیشنل کنفیڈریشن آف تھیٹرز ایسوسی ایشن کے ممبر ہیں۔ گورباچوف کے زمانے میں سینٹ کے ممبر بھی رہے ہیں۔ یہ احمدیت کی جستجو میں یہاں نہیں آئے تھے ان کے اپنے آرٹس کے کام تھے جن کی خاطر یہ یہاں تشریف لائے مگر چونکہ ان کا وہاں احمدیوں سے تعارف تھا انہوں نے ہمارا حوالہ بھی دیا۔ یہاں آتے رہے درس میں شریک ہوتے رہے اور ہمیں دیکھتے رہے نمازیں پڑھتے ہوئے۔ کل مجھے ملے ہیں تو مجھے کہا کہ میں پہلے مسلمانوں کو جو عام طور پہ دیکھا کرتا تھا اس سے مجھے کبھی دلچسپی پیدا نہیں ہوئی تھی اسلام میں۔ مگر میری خوش نصیبی ہے کہ رمضان کے مہینے میں میں یہاں آ گیا ہوں جو میں نے اپنی آنکھوں سے یہاں دیکھا ہے یہ تو عجیب پر کیف نظارہ ہے۔ یہ اسلام ہے جو حقیقت میں لوگوں کو زندہ کر سکتا ہے۔ یہ مختصر سی بات کی تھی اور جانے کے بعد پیغام ملا کہ میری خواہش ہے کہ میں جمعہ کی نماز کے بعد بیعت کروں۔ تو اگرچہ عام طور پر اس وقت اتنا وقت نہیں ہوا کرتا مگر چونکہ یہ ایک خاص موقع ہے اور بہت ہی معزز انسان اور پاکباز، پاک دل ہیں بالکل، کوئی لمبی بحثیں نہیں کیں، صرف دیکھا ہے۔ ہاں ایک اور بات بھی کی ہے انہوں نے کہ جو میرے گزشتہ مضامین چھپے ہیں روس کے متعلق یا وڈیوز تیار ہوئی ہیں بیٹھ کے پورا دیکھتے بھی رہے ہیں۔ اندر اندر ذہنی اور علمی تیاری بھی کی ہے مگر بحث کے طور پر نہیں بلکہ خود دیکھ کر تو اس وجہ سے ان کے احترام میں میں نے اجازت دے دی کہ جمعہ اور عصر کی نماز کے معاً بعد ان کی بیعت ہو گی اگرچہ یہ ٹیلی وائز نہیں ہو گی مگر لوگ چونکہ سن چکے ہیں اس لئے اپنے طور پر دعا میں شامل ہو جائیں۔

کسی کا دکھ دور کرنا ایک ایسی لذت ہے جو کسی اور جزا کو چاہتی ہی نہیں ہے۔ دکھ دور کرنا خود ایک لذت ہے

سب کچھ تیری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے

بااعتماد ادارہ

DAUD TRAVELS

آپ بھی آیئے اور آزمایئے

دنیا کے کسی بھی ملک میں جب چاہیں رخت سفر باندھیں

آپ ہمیں اپنا پروگرام دیں، اسے خوبصورت انداز میں فریم ہم کریں گے

عمرہ یا حج

جلسہ سالانہ انگلستان یا قادیان، کہیں بھی جانا ہو

نشست محفوظ کرائیں اور خوشگوار سفر کی ضمانت حاصل کریں

پاکستان انٹرنیشنل ائرلائنز کی خصوصی پیشکش، ۴ افراد پر مشتمل کنبہ کے لئے ٹکٹ میں ۱۰% رعایت

بذریعہ فیری جلسہ سالانہ انگلستان میں شمولیت کرنے والوں کے لئے خصوصی رعایت۔ ۵ افراد بمعہ کار کرایہ ۱۴۰ مارک صرف۔ بس کے سفر کا بھی انتظام موجود ہے۔ بذریعہ ہوائی جہاز سفر کے لئے پیشگی بکنگ جاری ہے۔

اس کے علاوہ

ہر قسم کے سرکاری و غیر سرکاری دستاویزات کے جرمن ترجمہ کا بارعایت انتظام بھی موجود ہے۔

Bilal Daud Kahlon

Daud Travels

Otto Str. 10,60329. Frankfurt am Main

Direkt vor dem, Intercity Hotel

Telefon: (069) 23 3654, Fax: (069) 25 93 59

MOBILE: 01716221046

طب و صحت

ڈپریشن

امریکن نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف مینٹل ہیلتھ کے مطابق سالانہ لاکھوں افراد ڈپریشن کا شکار ہو جاتے ہیں اور ان میں سے ہزاروں افراد جن میں خصوصیت سے نوجوان شامل ہوتے ہیں خودکشی کر لیتے ہیں۔ سروے کے مطابق صرف ایک تہائی افراد ڈاکٹرز کے پاس علاج کروانے جاتے ہیں اور ان میں سے اسی (۸۰) تا نوے (۹۰) فیصد تندرست ہو جاتے ہیں لیکن مکمل صحت یابی کے لئے ضروری ہے کہ علاج بروقت شروع ہو جائے۔ اس لئے کوشش کرنی چاہئے کہ ڈپریشن کے آغاز ہی سے اسے شناخت کرکے علاج شروع ہو جائے۔

ہر آدمی کبھی نہ کبھی اداسی کا شکار ہو جاتا ہے لیکن یہ ڈپریشن نہیں ہوتا۔ ڈپریشن میں اس قسم کا موڈ لمبا عرصہ رہتا ہے۔ بعض اوقات تو ڈپریشن اپنے کسی قریبی کی وفات یا ملازمت سے فراغت کے باعث ہو جاتا ہے لیکن بعض اوقات وجوہات نامعلوم ہوتی ہیں۔

ڈپریشن دماغ کی کیمسٹری پر اثر انداز ہوتا ہے اور اگر علاج نہ کروایا جائے تو دوبارہ اور سہ بارہ بھی ہوسکتا ہے۔ ہر حملہ کے بعد اگلے حملہ کا امکان بڑھ جاتا ہے۔ تیسرے حملہ کے بعد چوتھے حملہ کا امکان نوے (۹۰) فیصد تک ہوتا ہے۔ اس لئے شروع ہی سے علاج کی کوشش کرنی چاہئے۔

ڈپریشن دو قسم کے ہیں۔ UNIPOLAR جس میں اداسی اور مایوسی کا عنصر نمایاں ہوتا ہے اور ناقابل فہم وجوہات کے باعث اس کے مریضوں میں دوتہائی خواتین شامل ہوتی ہیں اور BIPOLAR جس میں مریض انتہائی مایوسی کی حالت میں کچھ عرصہ رہنے کے بعد پرامید ہو جاتا ہے اور پھر دوبارہ انتہائی مایوسی میں چلا جاتا ہے۔ یہ قسم مردوں اور خواتین میں تقریباً برابر ملتی ہے اور تمام قسم کے افراد میں پائی جاتی ہے۔

شدید ڈپریشن کی علامات میں نیند کے طریق میں نمایاں تبدیلی، بھوک کے گرنے سے وزن گرنا یا بھوک کے زیادہ لگنے سے وزن میں اضافہ، مستقل اداسی اور مایوسی کا موڈ، ناامیدی کا احساس، احساس جرم یا بیکار ہونے کا احساس، تھکاوٹ اور ضعف اور موت کے خیالات یا خودکشی کی خواہش اور بعض اوقات کوشش شامل ہیں۔

ان کے علاوہ بعض ایسی علامات ہیں جو بہت معمولی اور کم وقفہ کے لئے ظاہر ہوتی ہیں اور یہی وہ علامات ہیں جن سے بیماری کے آغاز ہی سے اسے قابو کیا جاسکتا ہے۔ ان علامات میں بنیادی علامت کسی شخص کے نارمل رویہ میں تبدیلی ہے مثلاً

★ اچانک خاموش رہنے لگنا۔
★ زود رنج ہو جانا اور چھوٹی سی بات کو زیادہ محسوس کرنا۔
★ زیادہ بھولنے لگنا۔
★ جلدی غصہ میں آنے لگنا۔
★ اپنے روزمرہ کے رویہ سے مختلف رویہ اختیار کرنا۔
★ اپنے حلیہ اور لباس سے بے پرواہ ہوتے جانا۔
★ قوت فیصلہ میں کمی۔
★ جسم میں درد مثلاً معدے، کمر اور پٹھوں میں شدید درد کی شکایت۔
★ اچانک سرخوشی۔ یہ ایک بہت خطرناک علامت ہے۔ لمبی مایوسی کے بعد اچانک اگر مریض بہت زیادہ پرامید ہو جائے تو خیال رکھنا چاہئے کہ ہوسکتا ہے اس نے خودکشی کا فیصلہ کر لیا ہو اور یہ سرخوشی کسی حتمی فیصلہ پر پہنچنے کے نتیجہ میں ہو۔

اگر درج بالا علامات اپنے کسی قریبی میں محسوس ہوں تو اس کے ساتھ گفتگو کریں اور اسے ڈاکٹرز کے پاس جانے کا مشورہ دیں بلکہ اگر ہوسکے تو خود بھی جائیں اور پھر جو علاج تجویز ہو اس کے مطابق عملدرآمد کرنے کی نگرانی کریں۔

ANTI-DEPRESSANT ادویہ سے چار تا چھ ہفتوں میں صحت یابی ممکن ہے۔ سائیکو تھراپی سے زیادہ عرصہ لگ جاتا ہے۔ ڈاکٹرز دونوں طریق استعمال کرتے ہیں، مریض کو جذباتی تسلی دیں اور ایسی سرگرمیوں کی طرف متوجہ کریں جن میں وہ ابھی بھی لطف لیتا ہے۔ مریض کی بات تسلی سے سنیں اور خود کشی کی دھمکیوں کو سنجیدگی سے لیں۔ خواہ مخواہ نظرانداز نہ کریں۔ (ماخوذ از ریڈرز ڈائجسٹ ایشین ایڈیشن جنوری ۱۹۹۶ء۔ مرسلہ خلافت لائبریری ربوہ)

واقفین نو میں سے بہت گہرے محققین بھی تیار کئے جائیں۔

"ان سب پہلوؤں کے پیش نظر میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اب واقفین نو جو یورپ اور امریکہ میں رہتے ہیں ان کی ایک بڑی کھیپ تیار کی جائے۔ ان میں سے کچھ EGYPTOLOGIST بنیں کچھ دیگر جو آثار قدیمہ کے ماہرین مختلف دنیا میں کام کر رہے ہیں ان کے علوم سیکھیں۔ بڑے بڑے ماہرین کے ساتھ ان کی شاگردی بھی اختیار کریں۔ وہ زبانیں سیکھیں جن کی ضرورت ہے اور اگلے تیس چالیس سال کے عرصے کے اندر اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ بہت گہرے احمدی محققین پیدا ہو جائیں جو خدمت اسلام اور خدمت قرآن کے نظریہ کے ساتھ اپنی تحقیق کو آگے بڑھائیں۔" (درس القرآن حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ ۲۲ فروری (۲۱ رمضان المبارک) ۱۹۹۵ء) (مرسلہ وکالت وقف نو)

بقیہ:- حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے معزز بزرگ اسلاف کرام

تیسرا لفظہ امور مذکورہ صدر کے سوا اس منشور میں خصوصیت کے ساتھ ایک حرف صاد کا ہے جو جلی قلم سے نہایت نظر فریب خوش خط روشن سیاہی کے ساتھ ثبت ہے۔ یہ حرف شاہنشاہ محمد فرخ سیر کے خاص قلم کا ہے جو ان کی خوشنودی مزاج کی دلیل ہے اور اس منشور کی شان کو دوبالا کر رہا ہے کیونکہ شاہان مغلیہ جس منشور کو وقیع کرنا چاہتے تھے تو اس پر اپنے دست خاص سے صاد کردیتے تھے۔ نعمت خان عالی اپنے وقائع میں اس حرف صاد کی نسبت لکھتا ہے۔"

سماد سش صاد است از کلک فرنگی بے سخن

یعنی چھٹا حرف صاد ہے جو بادشاہ اپنے ہاتھ سے مناشیر پر ثبت کرتا ہے۔

دوسرا منشور شاہنشاہ ہندوستان محمد شاہ کا ہے جو جلالت مآب میرزا گل محمد صاحب انار اللہ برہانہ کی طرف ہے۔ اس پر ایک مہر کا نقش ہے جس کے حروف یہ ہیں:

"باللہ محمود فی کل فعاله محمد"

غالباً یہ نقش خاص شاہی ہاتھ کی انگوٹھی کی مہر کا ہے اور نہایت خوشخط کندہ کیا ہوا ہے مگر افسوس ہے کہ پھیکی سیاہی سے لگا ہے جس کے حروف ماند پڑگئے ہیں۔ خاکسار نے آئی گلاس منگوا کر نہایت دقت کے بعد پڑھا ہے۔

فرخ سیر شاہ ہندوستان کے عہد میں جبکہ دارالسلطنت کے نواح و اطراف کے رؤساء کی خودسری نے سلطنت کی باگ ڈور کو ڈھیلا کر رکھا تھا۔ باوجودیکہ قادیان دہلی سے بعید فاصلہ پر تھا اور آمد و رفت کے وسائل بھی کم اور راستہ بھی طویل تھا۔ مگر غفران مآب نے سلطنت کی وفاداری کو اپنے خاندان کو آل تمغا سمجھ کر ارادتمندانہ عرائض سے اپنی نجابت کا ثبوت دیا۔ جن کے جواب میں فرخ سیر نے نہایت محبت آمیز الفاظ کے ساتھ اپنا منشور مع خطاب ارسال کیا۔

اس منشور اور اس کے بعد کے مناشیر میں بلند حوصلگی اور علوہمت ثابت کرنے والی یہ بات ہے کہ غفران مآب نے تقویٰ کو مدنظر رکھتے ہوئے دربار دہلی میں جانا پسند نہیں کیا۔ کیونکہ اس وقت کے دربار کا نقشہ متملق اور چاپلوس اور خوشامدی اراکین سے راجہ اندر کا اکھاڑہ بنا ہوا تھا۔ ملاہی و مناہی اور ارباب نشاط ڈوم ڈھاریوں سے ہروقت دربار پر رہتا تھا۔ غفران مآب نے پنجاب میں رہ کر سلطنت کی وفاداری کا اظہار سرمایہ دیانت سمجھا۔ مگر جاہ طلبی کو دور ہی سے دھکا دیا۔

العظمة للہ کیا ہی ہمت عالی تھی کہ شریعت غرا کو مدنظر رکھتے ہوئے دنیاوی اعزاز کی طرف قدم نہ اٹھایا۔ ورنہ اس وقت اگر دربار میں پہنچ جاتے تو شاہی عطیات سے مالامال ہو جاتے اور گرانمایہ جاگیر پاتے۔

فرخ سیر کے منشور کے بعد جب نہایت غور سے مغفرت انتساب میرزا گل محمد صاحب طاب اللہ ثراہ کے اسمی جس قدر مناشیر ہیں انکو پڑھا جاتا ہے تو ایک اور ہی کیفیت نظر آتی ہے کہ شاہان دہلی کے دربار سے بار بار دعوتی مناشیر صادر ہوتے ہیں۔ دہلی تو دور سہی وزیر آباد تو دروازے پر ہے۔ مگر وہ زہد و ورع کا دلدادہ بادشاہ کو ملنے تک نہیں جاتا۔ اس پر وفاداری کا یہ حال ہے کہ متواتر عرائض بھیجے جاتے ہیں اور بھیجے بھی ایسے شخص کی وساطت سے جو دربار میں بھی نہایت متقی اور پرہیزگار مانا جاتا ہے جس کو خود محمد شاہ بادشاہ۔ جیسا رنگیلا اور شاہ عالم ثانی فضیلت مآب کمالات دستگاہ سیادت و نجابت پناہ سید حیات اللہ کہہ کر پکارتے ہیں۔ الغرض جہاں میرزا گل محمد صاحب کی کرامات زبان زد خلائق ہیں۔ یہ بات بھی کم نہیں کہ آپ نہایت متقی و پرہیزگار اور علم دوست انسان تھے۔

ان مناشیر سے ایک اور بات بھی قابل توجہ ہے کہ غفران مآب میرزا فیض محمد خانصاحب اور مغفرت نصاب میرزا گل محمد صاحب نے اظہار وفاکیشی کے عرائض بھیج کر اس کے معاوضہ میں جاگیر یا منصب یا خطاب کی استدعا نہیں کی۔ کیونکہ ان مناشیر میں شاہان دہلی نے نہیں لکھا کہ آپ کے طلب کرنے پر یا آپ کی استدعا پر یہ خطاب یا منصب عطا کیا جاتا ہے بلکہ دربار دہلی نے اپنی خوشی اور خورسندی مزاج سے خطاب اور منصب دیئے ہیں اور ان عرائض کو ایسے وقت میں نعمت غیرمترقبہ سمجھا ہے۔ جس وقت اکثر نمک خوار رؤسا جوانب و اطراف میں اطاعت سے سرتابی کر رہے تھے۔"

اس مضمون کو ہم سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ہی کے ایک اقتباس پر ختم کرتے ہیں جس میں آپ اپنے بزرگ اسلاف کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"........ میری پیدائش سے پہلے میرے والد صاحب نے بڑے بڑے مصائب دیکھے۔ ایک دفعہ ہندوستان کا پیادہ پاسیر بھی کیا۔ لیکن میری پیدائش کے دنوں میں ان کی تنگی کا زمانہ فراخی کی طرف بدل گیا تھا اور یہ خدا تعالیٰ کی رحمت ہے کہ میں نے ان کے مصائب کے زمانہ سے کچھ بھی حصہ نہیں لیا اور نہ اپنے دوسرے بزرگوں کی ریاست اور ملک داری سے کچھ حصہ پایا۔ بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام کی طرح جن کے ہاتھ میں صرف نام کی شہزادگی بوجہ داؤد کی نسل سے ہونے کے تھی اور ملک داری کے اسباب سب کچھ کھو بیٹھے تھے ایسا ہی میرے لئے بھی بگفتن یہ بات حاصل ہے کہ ایسے رئیسوں اور ملک داروں کی اولاد میں سے ہوں۔ شائد یہ اس لئے ہوا کہ یہ مشابہت بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ پوری ہو۔ اگرچہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ میرے لئے سر رکھنے کی جگہ نہیں مگر تاہم میں جانتا ہوں کہ وہ تمام صف ہمارے اجداد کی ریاست اور ملک داری کی لپیٹی گئی اور وہ سلسلہ ہمارے وقت میں آکر بالکل ختم ہوگیا اور ایسا ہوا تاکہ خدا تعالیٰ نیا سلسلہ قائم کرے جیسا کہ براہین احمدیہ میں اس سبحانہ کی طرف سے یہ الہام ہے:

"سبحان اللہ تبارک و تعالیٰ زاد مجدک ینقطع اباء ک و یبدء منک"۔

یعنی خدا جو بہت برکتوں والا اور بلند اور پاک ہے اس نے تیری بزرگی کو تیرے خاندان کی نسبت زیادہ کیا۔ اب سے تیرے آباء کا ذکر قطع کیا جائے گا اور خدا تجھ سے شروع کرے گا اور ایسا ہی اس نے مجھے بشارت دی کہ:

"میں تجھے برکت دوں گا اور بہت برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔" (کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد ۱۳ (بقیہ حاشیہ) صفحہ ۱۷۷ تا ۱۷۹)

نوافل ہمیشہ نیک اعمال کے متمم و مکمل ہوتے ہیں۔

(حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ)

ہومیو پیتھی کلاس نمبر (۶۴)

ٹوبرکولینم کے مختلف خواص اور استعمالات کا تذکرہ

مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے پروگرام "ملاقات" میں ۲۴ جنوری ۱۹۹۵ء کو سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بیان فرمودہ ارشادات کا خلاصہ

(یہ خلاصہ ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

(لندن، ۲۴ جنوری ۱۹۹۵ء) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے پروگرام "ملاقات" میں آج ہومیو پیتھی کی کلاس میں ٹوبرکولینم (TUBERCULINUM) پڑھائی اور اپنے ذاتی تجربات کے حوالے سے ہومیو پیتھی ادویہ کی اہم باتیں بیان فرمائیں۔

ٹوبرکولینم
(TUBER CULINUM)

برنٹ نے سل کے مادے سے جو دوا بنائی تھی اس کا نام ٹوبرکولینم ہے اور اس نے سب سے زیادہ اس دوا پر کام کیا ہے اور اسی کے حوالے سے ہومیو ڈاکٹروں نے اس کے اثرات سے استفادہ کیا ہے۔ کینٹ نے بھی اس دوا کو بہت اہم قرار دیا ہے۔ اس کی بنیادی صفات کو یاد رکھنا چاہئے کیونکہ اس سے براہ راست تعلق رکھنے والی بیماریوں میں نہیں بلکہ دوسری بیماریوں میں بھی بہت مدد ملے گی۔ یہ ایک نوزوڈ (NOSODE) ہے۔ نوزوڈ سے مراد ہے کہ کسی بیماری کے گندے مادے اور تعفن سے کوئی دوا بنائی جائے اور اسے بہت زیادہ لطیف کردیا جائے تو اصل غلاظت اور گندگی کا کوئی ذرہ باقی نہیں رہتا لیکن اس کی یاد ایک طاقت بن کر موجود رہتی ہے جس سے پھر اس بیماری یا اس سے ملتی جلتی بیماری کے علاج میں مدد لی جاتی ہے۔

یہ عام طور پر ۲۰۰ کی طاقت سے کم میں استعمال نہیں کرنی چاہئے۔ زیادہ بہتر ہے کہ اونچی طاقت میں استعمال کیا جائے۔ ایک ہزار، دس ہزار، پچاس ہزار اور پھر ایک لاکھ طاقت میں اس کی دو دو خوراکیں وقفوں سے دی جائیں تو ایسے شخص کو کبھی سل نہیں ہوگی چاہے وہ سل کے مریض کے درمیان اٹھے بیٹھے۔ اس تجربے سے وہ مریض فائدہ اٹھائیں جن میں سل کی علامتیں پائی جاتی ہوں خواہ ان میں سل نہ بھی موجود ہو اور اسی طرح ایسے مریض بھی جن میں سلی علامتیں پہچانی نہ جاسکیں مگر کوئی ایک علامت موجود ہو۔ بعض اوقات ایک مرض ایک دوا سے شفا پاتا ہے لیکن پھر دوبارہ پلٹ آتا ہے تشخیص درست ہے اور بار بار وہ دوا دینے سے مرض جڑ سے ختم نہیں ہوتی ایسے مریضوں میں کسی NOSODE کی ضرورت پڑتی ہے اور کینٹ کے نزدیک یہ NOSODE یعنی ٹوبرکولینم ایسے مریضوں میں دفاعی طاقت پیدا کرنے کے لئے ہے۔ میرے خیال میں اگر عام روٹین کے مطابق دمہ اور نزلے کے پرانے مریضوں کو اونچی طاقت میں یہ دوا دے دی جائے تو کوئی حرج نہیں۔ مثلاً ایک ہزار کی خوراک دس پندرہ دن کے وقفہ کے بعد دہرا دی جائے اور مہینہ دو مہینہ کے وقفہ سے دس ہزار دھرادی جائے تو عموماً سل کے خلاف قوت مدافعت پیدا ہو جاتی ہے اور بیماریوں کی شفا میں یہ مددگار ہوگی۔ یہ جسم میں گہرا رد عمل پیدا کرتی ہے ساتھ اگر علامات ہوں تو پھر دوسری دوائیں کام کریں گی۔ اسے اینٹی سورک دوا کہا جاتا ہے۔ جلدی امراض سورک امراض کہلاتی ہیں۔

ملیریا اور وہ بخار جو بار بار پلٹ آئیں جسم میں تو موجود رہتے ہیں لیکن وقتی طور پر دب جاتے ہیں لیکن ایک دو دن کے بعد یا اس سے بھی زائد وقفہ سے واپس آ جاتے ہیں ایسے بخاروں میں اگر دوسری روزمرہ کی دوائیں پورا کام نہ کریں تو ٹوبرکولینم بہت مفید ہے۔ ملیریا کے لئے آرنیکا اونچی طاقت میں حفظ ماتقدم کے طور پر بہت مفید ہے۔ آرسنک ایک ہزار طاقت میں جب بخار ٹوٹ رہا ہو تو بہت مفید ہے۔ برائیونیا اور رسٹاکس ۲۰۰ میں بخار کی ابتدائی علامات میں بار بار دینے سے اکثر ملیریا بنتا ہی نہیں اور شروع ہی میں مریض ٹھیک ہو جاتا ہے۔ ملیریا کی اور بھی بہت سی دوائیں ہیں اگر یہ دوائیں کام کریں اور مرض دوبارہ عود کر آئے تو ٹوبرکولینم ایسے مریضوں کو ملیریا سے کلیتاً بچانے کے لئے اور شفا دینے کے لئے بہت اچھا اثر رکھتی ہے۔ اکثر ڈاکٹر ملیریا کے بخار کے دوران بھی اسے استعمال کرتے ہیں اور اسے ملیریا توڑ کہتے ہیں۔ کینٹ کا خیال ہے کہ اسے دس ہزار، پچاس ہزار اور ایک لاکھ کی طاقت میں لمبے وقفے سے دھراکر استعمال کیا جائے تو سلی امراض کی بیخ کنی کر دیتی ہے اور آئندہ نسلوں کو بھی اس کے بداثر سے بچالیتی ہے۔

اس میں ایک علامت یہ ہے کہ مریض کہیں اور جانا چاہتا ہے۔ آرنیکا اور تھوجا میں بھی یہ بات پائی جاتی ہے۔ اگر وہیں بیٹھے کروٹ بدلنے کی خواہش ہو وہ رسٹاکس اور آرسنک کی علامت ہے۔ آرنیکا میں درد اور تکلیف کی وجہ سے خیال آتا ہے کہ فلاں جگہ جاکر اچھا ہو جاؤں گا۔ ایسا مریض درد کے تعلق میں سفر کرتا رہتا ہے جس کروٹ بھی لیٹے وہ جگہ تکلیف دہ محسوس ہوتی ہے۔ نرم بستر بھی سخت لگتا ہے۔ لیکن ٹوبرکولینم میں ایک مسلسل خواہش ہوتی ہے کہ میں جگہ بدلوں اور کہیں اور چلا جاؤں۔ شعراء میں بعض دفعہ غموں کی وجہ سے ایسی خواہشیں پیدا ہوتی ہیں جیسے غالب کہتا ہے۔

رہیئے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو
ہم سخن کوئی نہ ہو اور ہم زباں کوئی نہ ہو
بے در و دیوار سا اک گھر بنایا چاہئے
کوئی ہمسایہ نہ ہو اور رازداں کوئی نہ ہو

یہ تو صرف خیالات کی تمنا ہے۔ اس دوا میں یہ تمنا پائی جاتی ہے۔ حضور نے مسکراتے ہوئے فرمایا اگر غالب کو ٹوبرکولینم کی دس ہزار طاقت کی ایک خوراک دے دی جاتی تو بعید نہیں کہ اس کی یہ تمنا مٹ جاتی لیکن ہم اس شعر سے بھی محروم رہ جاتے۔

ایک اور شاعر نے بھی یہی بات چاند کے حوالے سے کہی ہے

تیرے معمورے میں ایسا بھی ہے گوشہ کوئی
جس میں انساں کو ستائے نہ تمنا کوئی
اور نشتر نہ لگائے غم دنیا کوئی
کاش ایسا ہو تو اے چاند بلالے مجھ کو
اپنی آغوش تمنا میں چھپالے مجھ کو

حضور نے فرمایا ایسے خیالات میں کلکیریا فاس (CALC. PHOS) بھی فائدہ مند ہوتی ہے۔ یہ روزمرہ کے استعمال کی دوا ہے لیکن بہت کم لوگوں کو علم ہے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کی تمنا اس میں بھی موجود ہے۔ یہ خواہش جو اندرونی تمنا کے طور پر موجود رہتی ہے اس میں یہ دونوں دوائیں مفید ہیں، ان کا جسمانی بیماری سے براہ راست کوئی تعلق نہیں۔

حضور نے فرمایا ایک اور بات یاد رکھنی چاہئے کہ سل اور سفلس کے بہت سے مریض پاگل ہو جاتے ہیں۔ ان دونوں کے پاگل پن میں فرق ہے۔ سل کے مریض ہڈیوں کی بیماریوں اور ناک کی ہڈیوں کے گلنے، ہاتھوں پر ناسور بننے اور سر میں شدید درد کے دوروں اور اندرونی زخموں کی وجہ سے پاگل ہو جاتے ہیں۔ سفلس کے پاگل کا سارا جسم زخموں سے چور ہو جاتا ہے اس کا کوئی علاج نہیں۔ سل کے پاگل میں تشدد کا رجحان بھی ہوتا ہے لیکن بعض دفعہ خاموش بھی ہوتا ہے لیکن بہت کمزور اور کھوکھلا ہو جاتا ہے۔ بعض ایسی عورتیں ہیں جو لمبے عرصہ سے بیمار ہوتی ہیں سل انہیں اندر ہی اندر کھوکھلا کردیتی ہے وہ اگر پاگل ہو جائیں تو جسم میں بہت طاقت آ جاتی ہے دماغ میں جوش پیدا ہو جاتا ہے اور تشدد پر اتر آتی ہیں حالانکہ وہ عام حالات میں خاموش طبع ہوتی ہیں۔ انہیں اگر ٹوبرکولینم اونچی طاقت میں دی جائے تو ممکن ہے کہ ایسے مریضوں کو پاگل پن سے بچالے میرا ذاتی تجربہ تو نہیں ہے لیکن تجربہ کرکے دیکھنا چاہئے کیونکہ یہ بات منطقی طور پر درست دکھائی دیتی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ کلکیریا فاس کے ساتھ اس کی صرف باہر یا دوسری جگہ جانے کی تمنا ہی مشترک نہیں بلکہ بہت سی باتوں میں ٹوبرکولینم کلکیریا سے ملتا ہے اس کا مطلب ہے کہ کلکیریا میں بھی گہرے ٹی۔بی کے آثار پائے جاتے ہیں اس پہلو سے اگر کلکیریا کارب کا مطالعہ کریں تو وہ سلفر سے بھی آگے ہے۔ جہاں سلفر کام کرنا چھوڑ دے وہاں کلکیریا کارب کام کو آگے بڑھاتا ہے۔ اس کا ہڈیوں کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ اس سلسلہ میں میرا تجربہ ہے کہ پھیپھڑوں کے TUBERCULOSIS یعنی ٹی۔بی میں کلکیریا اتنی مفید نہیں ہے مگر ہڈیوں کی ٹی۔بی میں کلکیریا سب سے زیادہ طاقتور دوا ہے۔ پھیپھڑوں میں ایک فائدہ یہ پہنچا دیتی ہے کہ اگر کلکیریا دی جائے تو پھیپھڑوں میں موجود ٹی۔بی کے مادوں کے ارد گرد انڈے کی طرح ایک خول سا بنا دیتی ہے۔ اس خول کے نتیجہ میں سل کے مادوں کو باہر نکل کر پھیپھڑوں کے دوسرے صحت مند حصوں کو زخمی کرنے کی توفیق نہیں ملتی اور اندر بند ہو کر رہ جاتے ہیں۔ ہڈیوں کے معاملات میں اگر سلی مادہ موجود ہو تو کلکیریا استعمال کرنی چاہئے۔ کلکیریا ویسے ہی کمزور اور چٹخنے والی ہڈیوں میں بہت مؤثر ہے اور دمہ کی کیفیت کے لئے بھی مفید ہے۔ مرگی کے بارے میں بعض ڈاکٹر کہتے ہیں کہ کلکیریا سلف سے بہتر اور کوئی دوا نہیں ہے۔ میں نے اسے استعمال کیا ہے اور بہت فائدہ مند پایا ہے۔ اگر کلکیریا کارب پھیپھڑوں میں گندے مادوں کے گرد خول بنادے تو اس وقت سلیشیا یا سلفر اونچی طاقت میں دینا بہت خطرناک ہے۔ وہ ان مادوں کو توڑ دیں گی یا گند سمیت ان انڈوں کو باہر پھینکنے کی کوشش کرے گی اس کے نتیجہ میں بہت زیادہ نقصان ہوسکتا ہے اور بہت خون بہنے سے مریض مر بھی سکتا ہے اس لئے بعض احتیاطیں ضروری ہیں۔ کلکیریا کے بعد سلفر کبھی نہیں دینی چاہئے۔ کلکیریا کے بعد اگر سلفر کی علامتیں ظاہر ہوں تو لائیکوپوڈیم (LYCOPODIOM) دے دیں۔ وہ کلکیریا کے تمام اثرات کو نرمی کے ساتھ دور کر دیتا ہے اور سلفر قبول کرنے کے لئے جسم کو تیار کردیتا ہے۔ کلکیریا سے ٹوبرکولینم کا ایسا گہرا تعلق ہے کہ بعض ڈاکٹروں کے نزدیک ایک دوسرے کے ساتھ ادل بدل کر بھی دی جاسکتی ہیں۔ اس میں بھی اس اسہال کی علامت موجود ہے جو صبح صبح مریض کو مجبور کرکے غسل خانے کی طرف دوڑاتا ہے۔ یہ علامت سلفر میں بھی ہے اور اس کا سلی امراض سے بھی تعلق ہے۔ عموماً پو پھٹنے کے وقت سل کا مریض اچانک غسل خانے کی طرف دوڑتا ہے ممکن ہے کہ سل کی بلغم رات کو نگلتی رہتی ہو اور انتڑیوں میں یہ مواد جمع ہوتا ہو۔ یہ ایک سلی مرض کی علامت ہے۔

حضور نے فرمایا اس میں عضلاتی نظام کمزور پڑجاتا ہے اور اعضاء لٹکے ہوئے محسوس ہوتے ہیں، ٹوبرکولینم میں یہ علامت بہت نمایاں طور پر موجود ہے۔ ایک اور بات بھی اس میں ہے کہ اجابت کے ساتھ بعض بچوں کی آنت باہر آ جاتی ہے اس میں ٹوبرکولینم کو نہیں بھولنا چاہئے اور یہ بہت مفید دوا ہے۔ مردانہ یا زنانہ اعضاء کے نیچے گرنے کے احساس کو دور کرنے کے لئے بھی یہ دوا بہت فائدہ مند ثابت ہوتی ہے۔

اس میں حیض بہت جلد بہت زیادہ اور بہت لمبا عرصہ ٹھہرنے والے ہوتے ہیں، دردیں بھی بہت پائی جاتی ہیں اور دواؤں کے ساتھ ساتھ ٹوبرکولینم بھی مفید دوا ہے اسے نظرانداز نہیں کرنا چاہئے۔

خشک، سخت اور مزمن کھانسی جو عام نزلہ زکام وغیرہ کے نتیجہ میں نہ ہو بلکہ ٹھہر جائے اس میں یہ دوا مفید ہے۔ پلسٹیلا بھی ایسی کھانسی کو نرم کرنے میں کام آتی ہے۔ بعض دفعہ سٹینم دی جائے تو وہ بلغم کو نکال کر خشکی کی طرف مائل کر دیتی ہے اس کے بعد اگر پلسٹیلا دی جائے تو وہ شفا نہ بھی دے تو علامات کو واپس سٹینم کی طرف دھکیل دیتی ہے اور پھر سٹینم نرمی سے اس کا علاج کرتی ہے اور زندگی کو نسبتاً آسان بنا دیتی ہے۔

RINGSWORM ایک بیماری ہے جو بہت تنگ کرتی ہے۔ چھوٹے چھوٹے دانے بن کر ایک چکر سا بنا دیتا ہے اگر بالوں میں ہو جائے تو بالوں کو اکھیڑ دیتا ہے اور ایلوپلیشیا کی بیماری جو بالوں کو گچھوں کی شکل میں اتار دیتی ہے RINGWORM سے مزاج میں بہت ملتی ہے خواہ اس کے نتیجہ میں ہو یا نہ ہو۔ اس میں بے سلی نم (BACILLINUM) مفید ہے۔ برنٹ کا خیال ہے کہ اس بیماری کی بنیادی وجہ سلی مادہ ہے اور اگر کسی کو یہ بیماری ہو تو اس کو لازماً بے سلی نم اور ٹوبرکولینم دینی چاہئے۔ میں نے جو دوائیں مفید دیکھی ہیں ان میں نیٹرم میور بھی کافی مفید ہے۔ اگر ان دواؤں کے ساتھ ملا کر دی جائے تو PICRIC ACID بھی مفید ہے۔ بعض دفعہ یہ دوائیں پورا کام نہ کریں تو سورائینم (PSORINUM) کی ایک ہزار میں ایک خوراک دے دی جائے تو اس کے اثر سے جلد پر اچھا اثر ظاہر ہوتا ہے اور یہ دوائیں کام کرنے لگتی ہیں۔

سوتے میں عضلات کو جھٹکے لگنا بھی ٹوبرکولینم کی ایک نمایاں علامت ہے لیکن اس میں مختلف دوائیں کام آتی ہیں۔ بعض دفعہ نیند کا غلبہ محسوس ہوتے ہی جھٹکا لگتا ہے اور ایسا مریض دل تھام لیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ دل بند ہونے لگا ہے یا دل کو دھکا لگا ہے۔

باقی صفحہ نمبر ۱۴ پر ملاحظہ فرمائیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے
معزز بزرگ اسلاف کرام

سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام اپنے شجرہ نسب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ہمارا شجرہ نسب اس طرح پر ہے۔ میرا نام غلام احمد ابن مرزا غلام مرتضیٰ صاحب ابن مرزا عطا محمد صاحب ابن مرزا گل محمد صاحب ابن مرزا فیض محمد صاحب ابن مرزا محمد قائم صاحب ابن مرزا محمد اسلم صاحب ابن مرزا محمد دلاور صاحب ابن مرزا الہ دین صاحب ابن مرزا جعفر بیگ صاحب ابن مرزا محمد بیگ صاحب ابن مرزا عبدالباقی صاحب ابن مرزا محمد سلطان صاحب ابن مرزا ہادی بیگ صاحب مورث اعلیٰ۔"

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد ۱۳ حاشیہ در حاشیہ صفحہ ۱۶۲)

اسی طرح اپنے بزرگ اسلاف کا ذکر کرتے ہوئے آپؑ نے فرمایا:

"ہماری قوم مغل برلاس ہے اور میرے بزرگوں کے پرانے کاغذات سے جو اب تک محفوظ ہیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس ملک میں سمرقند سے آئے تھے اور ان کے ساتھ قریباً دو سو آدمی ان کے توابع اور خدام اور اہل و عیال میں سے تھے اور وہ ایک معزز رئیس کی حیثیت سے اس ملک میں داخل ہوئے اور اس قصبہ کی جگہ میں جو اس وقت ایک جنگل پڑا ہوا تھا جو لاہور سے تخمیناً بفاصلہ پچاس کوس بگوشہ شمال مشرق واقع ہے فروکش ہوگئے جس کو انہوں نے آباد کرکے اس کا نام اسلام پور رکھا جو پیچھے سے اسلام پور قاضی ماجھی کے نام سے مشہور ہوا اور رفتہ رفتہ اسلام پور کا لفظ لوگوں کو بھول گیا اور قاضی ماجھی کی جگہ پر قاضی رہا اور پھر آخر قادی بنا اور پھر اس سے بگڑ کر قادیاں بن گیا .... اور چونکہ ہمارے بزرگوں کو علاوہ دیہات جاگیرداری کے اس تمام علاقہ کی حکومت بھی ملی تھی اس لئے قاضی کے نام سے مشہور ہوئے۔ مجھے کچھ معلوم نہیں کہ کیوں اور کس وجہ سے ہمارے بزرگ سمرقند سے اس ملک میں آئے مگر کاغذات سے یہ پتہ ملتا ہے کہ اس ملک میں بھی وہ معزز امراء اور خاندان والیان ملک میں سے تھے اور انہیں کسی قومی خصومت اور تفرقہ کی وجہ سے اس ملک کو چھوڑنا پڑا۔ پھر اس ملک میں آکر بادشاہ وقت کی طرف سے بہت سے دیہات بطور جاگیر ان کو ملے چنانچہ اس نواح میں ایک مستقل ریاست ان کی ہوگئی۔

سکھوں کے ابتدائی زمانہ میں میرے پردادا صاحب میرزا گل محمد ایک نامور اور مشہور رئیس اس نواح کے تھے جن کے پاس اس وقت پچاسی (۸۵) گاؤں تھے اور بہت سے گاؤں سکھوں کے متواتر حملوں کی وجہ سے ان کے قبضہ سے نکل گئے تاہم ان کی جوانمردی اور فیاضی کی یہ حالت تھی کہ اس قدر قلیل میں سے بھی کئی گاؤں انہوں نے مروت کے طور پر بعض تفرقہ زدہ مسلمان رئیسوں کو دے دیئے تھے جو اب تک ان کے پاس ہیں۔ غرض وہ اس طوائف الملوکی کے زمانہ میں اپنے نواح میں ایک خود مختار رئیس تھے۔ ہمیشہ قریب پانسو آدمی کے یعنی کبھی کم اور کبھی زیادہ ان کے دسترخوان پر روٹی کھاتے تھے۔ اور ایک سو کے قریب علماء اور صلحاء اور حافظ قرآن شریف کے ان کے پاس رہتے تھے جن کے کافی وظیفے مقرر تھے اور ان کے دربار میں اکثر قال اللہ و قال الرسولؐ کا ذکر بہت ہوتا تھا اور تمام ملازمین اور متعلقین میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو تارک نماز ہو۔ یہاں تک کہ چکی پیسنے والی عورتیں بھی پنجوقتہ نماز اور تہجد پڑھتی تھیں ..... اس پرآشوب زمانے میں ہر ایک مسلمان کے لئے یہ قصبہ مبارکہ پناہ کی جگہ تھی اور دوسری اکثر جگہ میں کفر اور فسق اور ظلم نظر آتا تھا۔ اور قادیان میں اسلام اور تقویٰ اور طہارت اور عدالت کی خوشبو آتی تھی۔ میں نے خود اس زمانہ سے قریب زمانہ پانے والوں کو دیکھا ہے کہ وہ اس قدر قادیان کی عمدہ حالت بیان کرتے تھے کہ گویا وہ اس زمانہ میں ایک باغ تھا جس میں حامیان دین اور صلحاء اور علماء اور نہایت شریف اور جوانمرد آدمیوں کے صدہا پودے پائے جاتے تھے اور اس نواح میں یہ واقعات نہایت مشہور ہیں کہ میرزا گل محمد صاحب مرحوم مشائخ وقت کے بزرگ لوگوں میں سے اور صاحب خوارق اور کرامات تھے جن کی صحبت میں رہنے کے لئے بہت سے اہل اللہ اور صلحاء اور فضلاء قادیان میں جمع ہوگئے تھے۔ اور عجیب تر یہ کہ کئی کرامات انکی ایسی مشہور ہیں جن کی نسبت ایک گروہ کثیر مخالفین دین کا بھی گواہی دیتا رہا ہے۔ غرض وہ علاوہ ریاست اور امارت کے اپنی دیانت اور تقویٰ اور مردانہ ہمت اور اولوالعزمی اور حمایت دین اور ہمدردی مسلمانوں کی صفت میں نہایت مشہور تھے۔ اور ان کی مجلس میں بیٹھنے والے سب کے سب متقی اور نیک چلن اور اسلامی غیرت رکھنے والے اور فسق و فجور سے دور رہنے والے اور بہادر اور بارعب آدمی تھے۔ چنانچہ میں نے کئی دفعہ اپنے والد صاحب مرحوم سے سنا ہے کہ اس زمانہ میں ایک دفعہ ایک وزیر سلطنت مغلیہ کا قادیان میں آیا جو غیاث الدولہ کے نام سے مشہور تھا اور اس نے میرزا گل محمد صاحب کے مدبرانہ طریق اور بیدار مغزی اور ہمت اور اولوالعزمی اور استقلال اور عقل اور فہم اور حمایت اسلام اور جوش نصرت دین اور تقویٰ اور طہارت اور دربار کے وقار کو دیکھا اور ان کے اس مختصر دربار کو نہایت متین اور عقلمند اور نیک چلن اور بہادر مردوں سے پر پایا۔ تب وہ چشم پر آب ہو کر بولا کہ اگر مجھے پہلے خبر ہوتی کہ اس جنگل میں خاندان مغلیہ میں سے ایسا مرد موجود ہے جس میں صفات ضروریہ سلطنت کے پائے جاتے ہیں تو میں اسلامی سلطنت کے محفوظ رکھنے کے لئے کوشش کرتا کہ ایام کسل اور نالیاقتی اور بدوضعی ملوک چغتائیہ میں اسی کو تخت دہلی پر بٹھایا جائے۔"

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد ۱۳ (بقیہ حاشیہ) صفحہ ۱۶۲ تا ۱۶۹)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے بزرگوں کے کاغذات میں ہندوستان کے بادشاہوں کے وہ خطوط بھی ہیں جو انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بزرگوں کو لکھے تھے۔ ان میں سے بعض خطوط مکرم صاحبزادہ مرزا مجید احمد صاحب کے پاس محفوظ ہیں۔ ذیل میں ہم ان میں سے چند خطوط اور ان کا اردو ترجمہ مکرم صاحبزادہ مرزا مجید احمد صاحب کے شکریہ کے ساتھ قارئین الفضل کی دلچسپی اور ریکارڈ کے لئے شائع کر رہے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کے بزرگ اسلاف کرام کی عظمت کا یہ پہلو اور ان کے اعزاز اور مناصب کا یہ تذکرہ احباب کے ایمان کی تازگی کا موجب ہوگا۔ (مدیر)

— ★ ★ ★ ★ —

خط نمبر ۱

تاریخ چٹھی۔ نوز دہم شہر شوال جلوس ۳ سنہ
نام چٹھی لکھنے والے کا۔
محمد فرخ سیر غازی بادشاہ ہندوستان۔ دہلی
نام جس کی طرف چٹھی لکھی گئی۔
میرزا فیض محمد خان۔ قادیان۔

منشور محمد فرخ سیر شاہنشاہ ہندوستان غازی

زبدۃ الاماثل والا قران میرزا فیض محمد خاں مستمال بودہ بدانند

که چوں درینوقت حضور فیض گنجور عرش آشیانی ظل سبحانی از وفا کیشی و خیرسگالی و جاں نثاری شما مسرور و مبتہج شدہ است۔ لہٰذا حکم جہاں مطاع عالم مطیع شرف صدور می یابدکه آں اخلاص نشاں را در سلک امرائے ہفت ہزاری منضبط کردہ و جادا دہ از خطاب عضدالدولہ مفتخر و ممتاز فرمودہ می شود۔ باید که در موکب فیروزی کوکب خودرا موجود و حاضر ساختہ مدام بوفا کیشی و خیرسگالی بندگان عرش آشیانی ساعی و مصروف می بودہ باشد فقط۔

تحریر بتاریخ نوز دہم شہر شوال جلوس ۳ ہجری

ترجمہ

بزرگوں و ہمسروں میں برگزیدہ میرزا فیض محمد خاں شاہی دلجوئی یافتہ ہو کر جان لیں کہ اس وقت حضور فیض گنجور عرش آشیانی ظل سبحانی آپکی وفاکیشی اور خیراندیشی اور جاں نثاری سے نہایت خوش ہوئے ہیں۔ اس لئے حکم جہاں مطاع عالم مطیع نے صدور کا شرف حاصل کیا ہے کہ اس اخلاص نشان کو ہفت ہزاری امراء کی سلک میں منضبط کرکے اور جگہ دے کر عضدالدولہ کے خطاب سے مفتخر اور ممتاز کیا جاتا ہے۔ چاہئے کہ اب لشکر فیروزی اثر میں اپنے آپ کو موجود اور حاضر کریں اور ہمیشہ عرش آشیانی کی درگاہ کے بندوں کی وفاکیشی اور خیراندیشی میں مصروف اور ساعی رہیں۔

۱۹/ ماہ شوال ۳ سنہ جلوس

— ★ ★ ★ ★ —

خط نمبر ۲

تاریخ چٹھی: ۲۴ رجب المرجب ۱۱۶۱ھ
نام چٹھی لکھنے والے کا۔
محمد شاہ بادشاہ ہندوستان دہلی
نام جس کی طرف چٹھی لکھی گئی۔
میرزا گل محمد خان۔ قادیان

منشور عہد محمد شاہ بادشاہ ہندوستان

اخلاص و عقیدت دستگاہ میرزا گل محمد مستمال بودہ بدانند۔ درینوقت سلالہ النجباء فضیلت و کمالات پناہ حیات اللہ مفصل حقیقت شماحالی گردانید باید که در ہر باب خاطر جمع نمودہ درامکنه خود با آباد و مطمئن باشند و اینجانب را متوجه احوال خود انگاشته چگونگی را ارسال دارند بکار ہائے خود بکمال خاطر جمعی مشغول و سرگرم باشند و ہر گاہ احدے از عازمان متوجه آں سرزمین خواہد شد بر مضمون تعلیقچه اطلاع یافته دربارہ آں اخلاص نشان غور واقعی بعمل خواہد آورد۔

تحریر فی التاریخ بست و چہارم شہر رجب ۱۱۶۱ہجری

ترجمہ

اخلاص و عقیدت دستگاہ میرزا گل محمد (شاہی) دلجوئی یافتہ ہو کر معلوم کریں۔ اس وقت برگزیدہ شرفا و نجبا فضیلت و کمالات پناہ حیات اللہ نے خود آپ کی بیان کردہ حقیقت کی تفصیل سے آگاہ کیا۔ لازم ہے کہ ہر باب میں خاطر جمع ہو کر اپنی

For Germany
THE ASIAN CHOICE
FOR TELEVISION
Muslim TV AHMADIYYA
Get Connected !!
ZEE TV
S. KHAN
Fax & Tel: 08257/1694
Hot Line:01713435840
Decoders & Zee-TV Cards are available
"Just Call"

جگہ میں آباد اور مطمئن رہیں۔ اس جانب کو اپنے حالات کی جانب متوجہ سمجھ کر اپنے حالات کی کیفیت ارسال کرتے رہیں۔ اور اپنے کار متعلقہ میں پوری دلجمعی کے ساتھ مشغول اور سرگرم رہیں۔ جب کوئی کارپرداز اس سرزمین کی طرف متوجہ ہوگا تو تعلیقہ (رپورٹ) کے مضمون پر اطلاع پاکر اس اخلاص نشان کے بارہ میں واقعی غور عمل میں لایا جائے گا۔

۲۴/ رجب ۱۱۶۱ سنہ ہجری

_ * * * * _

خط نمبر ۳

تاریخ چٹھی: ۱۱۲۱ سنہ ہجری
نام چٹھی لکھنے والے کا:
شاہ عالم ثانی بادشاہ ہندوستان دہلی
نام جس کی طرف چٹھی لکھی گئی:
میرزا گل محمد خان۔ قادیان

منشور عہد شاہ عالم ثانی
بادشاہ ہندوستان

نجابت و معالی پناہ میرزا گل محمد بتوجہات خاطر عالی مستمال بودہ بداند کہ درینوقت رایات عالی وزیر آباد را رشک فروردین و اردی بہشت فرمودہ فضیلت و کمالات مآب سیادت و نجابت انتساب بطالہ حسن اخلاق او را بعرض رسانید در ہر باب خاطر خود را جمعداشت نمودہ در جائیگاہ خود با سکونت داشتہ باشد کہ انشاء اللہ تعالیٰ درحین ورود مسکن فیروزی مامن غور و پرداخت احوال آنہا۔ بواقعی خواہد شد در کمال اطمینان و دیانتداری و کلائے خودرا روانہ درگاہ نمایند۔ ۱۲۱۱ سنہ

ترجمہ

نجابت و معالی پناہ میرزا گل محمد خاں خاطر عالی کی توجہات سے دلجوئی یافتہ ہوکر معلوم کریں کہ اس وقت لشکر شاہی نے وزیر آباد کو فرور دین اور اردی بہشت کا رشک بنایا ہے۔ فضیلت و کمالات مآب بٹالہ کے رہنے والے نے آپ کا حسن اخلاص عرض کیا ہے۔ ہر باب میں خاطر جمع ہوکر اپنے گھر بار میں سکونت رکھیں۔ انشاء اللہ جس وقت مسکن فیروزی مامن میں ورود ہوگا اس وقت آپ کے حالات کی واقعی غور و پرداخت کی جائے گی۔ کمال اطمینان کے ساتھ اپنے وکلاء درگاہ میں روانہ کریں۔ سنہ ۱۱۲۱ ہجری۔

_ * * * * _

الفضل انٹرنیشنل کی زیادہ سے زیادہ خریداری کے ذریعہ اس روحانی چشمہ کے فیض کو عام کریں۔ نہ صرف خود خریدار بنیں بلکہ دوسروں کو بھی خریداری کی طرف توجہ دلائیں۔
(منیجر)

خط نمبر ۴

تاریخ چٹھی: جمادی الثانی ۱۲۱۳ ہجری
نام چٹھی لکھنے والے کا:
شاہ عالم ثانی بادشاہ ہندوستان۔ دہلی۔
نام جس کی طرف چٹھی لکھی گئی:
میرزا گل محمد خان۔ قادیان۔

منشور عہد شاہ عالم ثانی
بادشاہ ہندوستان

عالیجاہ رفیع جائیگاہ اخلاص و عقیدت دستگاہ گل محمد خان بسلامت باشد بعدہ آنکہ عریضہ کہ دریں وقت بخصوص چگونگی احوالات و روئیداد و اخلاص و خدمت گذاری خود وغیرہ مواد کہ قلمی و ارسال داشتہ بود رسید حقائق آں واضح و حالی گردید۔ عریضہ مرسلہ ترقی خواہ را در نظر بہادراں حضور فیض گنجور خاقانی گذرانیدہ شد و درجواب رقم قدر توام مالک مطاع اشرف بسر افرازی آنعالیجاہ شرف اصدار یافتہ کہ بزیارت آں مشرف دار۔ بعمل خواہد آورد درہرباب خاطر جمعداشتہ و مستعد خواہش دیوانی بودہ نویسان حالات باشد

بتاریخ جمادی الثانی ۱۲۱۳ ہجری

ترجمہ

عالیجاہ بلند مرتبہ اخلاص اور عقیدت کے دستگاہ رکھنے والے گل محمد خان سلامت رہو۔ بعدہ وہ عریضہ کہ آپ نے اپنی چگونگی حالات اور روئیداد و اخلاص و خدمتگذاری وغیرہ مواد کے خصوص میں لکھا تھا اس کی حقیقت واضح ہوئی۔ اس عالیجاہ کا عریضہ حضور فیض گنجور کے بہادروں کے سامنے پیش ہوگیا۔ اس کے جواب میں اس عالیجاہ کی سرافراز کی نسبت رقم قدر توام مالک و مطاع اشرف کا حکم صادر ہوا ہے۔ مشرف دار یعنی ناظر اعلیٰ اس کو عمل میں لائے گا۔ دیوانی ضرورتوں کے مستعد ہوکر اپنے حالات لکھتے رہیں۔

بتاریخ شہر جمادی الثانی ۱۲۱۳ ہجری۔

_ * * * * _

خط نمبر ۵

تاریخ چٹھی: شہر رجب المرجب ۱۲۱۶ ہجری
نام چٹھی لکھنے والے کا:
عالمگیر ثانی بادشاہ ہندوستان
نام جس کی طرف چٹھی لکھ گئی:
میرزا گل محمد خان۔ قادیان۔

منشور عہد عالمگیر ثانی بادشاہ ہندوستان

عمدۃ الاماثل والا قران گل محمد خان بدانند عریضہ کہ درینوقت بخصوص احوالات ورزئیداد خود قلمی و ارسال داشتہ بود رسید چگونگی آں واضح شد باید کہ خاطر خود را بہرباب جمعداشت و مطمئن خاطر بودہ مشغول امورات خود واحوالاتے کہ باشد ہمہ روزہ بعرض رسانند بتاریخ شہر رجب ۱۲۱۶ ھ

ترجمہ

برگزیدہ اکابر و معاصر گل محمد خاں معلوم کریں۔ اس وقت آپ کے عریضہ سے جس میں خصوصیت کے ساتھ آپ نے اپنی روئیداد اور حالات قلمبند کرکے بھیجا ہے تمام کیفیت واضح ہوئی۔ چاہئے کہ آپ ہر باب میں مطمئن اور خاطر جمع ہوکر اپنے متعلقہ امور میں مشغول رہیں اور اپنے روزمرہ کے حالات لکھتے رہیں۔

شہر رجب ۱۲۱۶ ہجری

_ * * * * _

تحقیقی نوٹ

ان نہایت اہم تاریخی نوادرات سے متعلق حضرت عبیداللہ صاحب بسمل اپنے ۲۴ جنوری ۱۹۳۵ء کے تحریر فرمودہ ایک تحقیقی نوٹ میں لکھتے ہیں:

"شہنشاہ ہندوستان محمد فرخ سیر کے منشور میں جو غفراں مآب میرزا فیض محمد خانصاحب نوراللہ مرقدہ کے نام ہے، تین لفظ خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ پہلا لفظ ہفت ھزاری کا ہے۔ دربار اکبری میں اراکین سلطنت کے مناصب کی تقسیم اس طرح سے شروع ہوئی تھی کہ ہشت ہزاری کا منصب ولیعہد اور خاندان شاہی کے شہزادوں کے لئے خاص تھا اور اراکین دربار و وزراء سلطنت ہفت ہزاری منصب سے ممتاز ہوتے تھے۔ شش ہزاری منصب بھی امراء کو بہت سی جاں نثاری کے بعد ملتا تھا۔ جس وقت گل گنڈہ کے فرمانروا ابوالحسن تانا شاہ کی سرکوبی پر شہنشاہ اورنگ زیب محمد عالمگیر نے تمام افواج ہندوستان کے سپہ سالار نواب غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ کو دکن کی مہم سر کرنے کے لئے مامور فرمایا تو اس کو شش ہزاری کا عہدہ دیا۔ چنانچہ اس وقت کا نامہ نگار نعمت خاں متخلص بہ عالی اپنی مشہور کتاب وقائع نعمت خان میں لکھتا ہے:

"دو ششے کہ آں شش ہزاری شش ہزار سوار زدہ بود"

اس فقرہ میں شش ہزاری کے لفظ سے مطلب ہے کہ فیروز جنگ کو عالمگیر نے یہ منصب دیا ہوا تھا۔ جو ہفت ہزاری سے بہت ہی کم تھا۔ ہفت ہزاری منصب کی نسبت شاہان مغلیہ کے عہد میں ایک ضرب المثل مشہور تھی۔ "ہفت ہزاری شو و ہرچہ خواہی بکن" یعنی ہفت ہزاری کا منصب ایسا عالی ہے کہ اگر تجھ کو حاصل ہو جائے تو تیرے کام میں کوئی دخل دینے والا نہیں رہے گا۔ الحاصل ہفت ہزاری کا منصب شاہان مغلیہ کے عہد میں بہت وقیع و رفیع سمجھا جاتا تھا۔ تاریخ شاہد ہے۔

دوسرا لفظ عضد الدولہ کا خطاب ہے۔

تاریخ کی ورق گردانی سے ثابت ہوتا ہے کہ جب ہارون و مامون و معتصم کے بعد بنی عباس کی خلافت میں ضعف آگیا اور اسلامی دنیا کے بعض حصوں میں متفرق خاندانوں میں حکومتیں برپا ہوگئیں ان میں سے دیالمہ کا خاندان بھی تھا جس کے چمکتے ہوئے فرمانرواؤں کو استمالت قلوب کی وجہ سے خلافت بغداد کے دربار نے عضد الدولہ اور اس کے بیٹے کو رکن الدولہ کا خطاب دیا تھا۔ غالباً اسلامی تاریخ میں عضد الدولہ دیلمی ہی پہلا شخص ہے جس نے یہ معزز خطاب حاصل کیا ہے۔ اس کے بعد سلطان محمود غازی غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کو خلیفہ بغداد نے یمین الدولہ کے خطاب سے سرافراز کیا۔

ایرانی سلطنتیں بھی خلفائے بنی عباس کی اتباع سے اپنے امراء دربار کو اعتضادالدولہ۔ احتشام الدولہ وغیرہ کے خطابات دیتی رہی ہیں۔

ہندوستان کی افغانی کنگڈم بھی علاء الملک، عماد الملک، خان جہان، خان دوراں کے خطابات سے اپنے اپنے امراء و رؤسا کی دلجوئی کرتی رہی ہے۔

مغل ایمپائر کے زرین عہد میں فرمانروایان اودھ کو شاہ عالم ثانی کی سرکار سے شجاع الدولہ اور آصف الدولہ کا خطاب ملا ہے۔ شاہ اکبر ثانی نے سرسید کو جواد الدولہ عارف جنگ کا خطاب دیا تھا جس کو سرسید کے ارادتمند آج تک ان کے نام کے ساتھ لکھتے چلے آئے ہیں۔

سرکار کمپنی نے بھی بغرض تالیف قلوب باتباع شاہان مغلیہ والیان ٹونک کو امیرالدولہ اور ان کے بیٹے کو وزیرالدولہ کا خطاب دیا تھا۔

اس داستان باستان کو طول دینے سے خاکسار کی غرض صرف یہ ہے کہ شہنشاہ فرخ سیر کا منشور جو غفران مآب میرزا فیض محمد خانصاحب طاب اللہ ثراہ کے نام ہے جس میں ان کو عضد الدولہ کے خطاب سے مخاطب کیا گیا ہے۔ وہ والیان اودھ شجاع الدولہ اور آصف الدولہ اور والیان ریاست ٹونک کے خطابات امیرالدولہ و وزیر الدولہ اور نواب بنگالہ سراج الدولہ کے خطاب سے اور سرسید کے خطاب جواد الدولہ سے زیادہ قدیم اور زیادہ وقیع ہے کیونکہ فرخ سیر شاہنشاہ ہندوستان تھا۔ اس کے بیٹے محمد شاہ کے بعد سلاطین مغلیہ شاہ عالم ثانی و اکبرشاہ ثانی نام کے بادشاہ رہ گئے تھے۔ خطاب دینے والے بادشاہوں کے لحاظ سے غفران مآب کا خطاب ایک ذیشان شہنشاہ کی طرف سے ہے۔

علاوہ بریں عضدالدولہ کا وہ معزز خطاب ہے جو بنی عباس کے خلفا کی جانب سے ایک ذی شوکت سلطان عضدالدولہ دیلمی کو ملا تھا۔ جس کے خاندان کی طرف حدیث کی مشہور کتاب دیلمی منسوب ہے۔ اس نسبت سے بھی حضرت غفران مآب کا خطاب عضدالدولہ بمقابلہ دیگر رؤساء کے خطابات اعتضاد الدولہ و احتشام الدولہ و شجاع الدولہ و آصف الدولہ و وزیر الدولہ و جواد الدولہ سے اشرف و اعلیٰ ہے۔

جہاں تک خاکسار کی نظر سے بعض امراء و رؤساء پنجاب کے پرانے کاغذات اور سلاطین مغلیہ کے مناشیر گذرے ہیں کوئی منشور ایسا نہیں گذرا جس میں اس درجہ کا خطاب کسی رئیس خاندان کو منجانب شاہان مغلیہ عطا ہوا ہو۔

باقی صفحہ نمبر ۱۰ پر ملاحظہ فرمائیں

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ: محمود احمد ملک)

★★سورۃ نوح کی آیات ۱۰ تا ۱۳ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ استغفار کے چار بڑے فوائد ہیں یعنی بخشش، رحمت کی بارش، مال اور اولاد نرینہ۔ استغفار کا ایک فائدہ قبل از وقت رد بلا بھی ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے نزدیک استغفار کے نتیجہ میں انسان روحانی عوارض سے تو محفوظ ہوتا ہی ہے لیکن جسمانی عوارض سے بھی محفوظ ہو جاتا ہے۔ نیز فرمایا "استغفار بہت پڑھا کرو۔ انسان کے واسطے غموں سے سبک ہونے کے واسطے یہ طریق ہے۔ نیز استغفار کلید ترقیات ہے"۔ استغفار کی برکات سے متعلق یہ مضمون ماہنامہ "خالد" دسمبر ۹۵ء کی زینت ہے۔

★★آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح کو امت محمدیہ کا امین قرار دیا۔ انکے بارے میں محترم محمود احمد شاد صاحب کا مضمون بھی مذکورہ رسالہ میں شامل ہے۔ آپکا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں فہر پر آنحضرتؐ سے مل جاتا تھا۔ ابتداء میں اسلام قبول کیا اور دو مرتبہ حبشہ اور پھر مدینہ ہجرت کی۔ غزوہ بدر میں شامل ہوئے تو دشمن آپکے راستے سے ہٹ جاتا اور صرف آپکا والد آپکا راستہ روکتا لیکن آپؓ ہر بار کنی کترا جاتے۔ آخر مجبور ہوکر آپؓ نے ایسا تلوار کا وار کیا کہ اس کا سر دو حصوں میں بٹ گیا۔ غزوہ احد میں آنحضرتؐ کی پیشانی مبارک سے لوہے کے خود کی کڑیاں نکالیں تو آپکے دو دانت شہید ہوگئے۔ غزوہ خندق اور بنوقریظہ کی سرکوبی میں شامل رہے۔ آنحضورؐ کے ارشاد پر ۶ھ میں قبیلہ ثعلبہ اور انمار کی ۴۰ صحابہ کے ساتھ کامیاب سرکوبی کی۔ اسی سال بیعت رضوان میں شریک ہوئے اور صلح حدیبیہ کے عہدنامہ پر بھی دستخط کرنے والوں میں شامل تھے۔ ۷ھ میں فتح خیبر میں شرکت کی اور ۸ھ میں قریش کی نقل و حرکت کا پتہ چلانے کے لئے ایک کامیاب مہم کی قیادت کی۔ فتح مکہ میں اور پھر حنین اور طائف کے غزوات میں حصہ لیا۔ ۹ھ میں اہل نجران کی درخواست پر آپؓ بطور معلم بھجوائے گئے۔ جنگ دمشق، جنگ فحل، جنگ حمص اور جنگ یرموک آپکی سپہ سالاری میں لڑی گئیں۔ بیت المقدس بھی آپکے ہاتھوں فتح ہوا۔ حضرت عمرؓ کے دور میں ۱۸ھ میں ۵۸ برس کی عمر میں طاعون کے مرض میں مبتلا ہوکر وفات پائی۔ آپؓ خوش شکل، خوش گفتار، منکسرالمزاج، بارعب اور حیادار تھے۔

★★حضرت مصلح موعودؓ نے تین اکابر علماء کو "خالد احمدیت" کا خطاب دیا اور ایک موقعہ پر فتنہ پروروں کو مخاطب کرکے فرمایا "میرے پاس ایسے خالد موجود ہیں جو ان لوگوں کے منہ بند کرسکتے ہیں"۔ ان علماء کے بارے میں محترم ڈاکٹر پرویز پروازی صاحب نے ذاتی مشاہدات بیان کئے ہیں جو مذکورہ شمارہ میں شائع ہوئے ہیں۔ حضرت ملک عبدالرحمن خادم صاحب گجرات کے مشہور وکیل تھے، باقاعدہ مبلغ نہیں تھے لیکن مناظرہ میں اپنی مثال آپ تھے اور جب اور جہاں جماعت نے بلایا حاضر ہوگئے۔ جو احراری مناظر دشنام طرازی کرتے اور تہذیب کا دامن بھی چھوڑ جاتے تو خادم صاحب دلائل و براہین کے ساتھ تو جواب دیتے تھے لیکن مخالف کی زبان میں بھی اسکی تسلی کردیتے۔ آپکی "احمدیہ تبلیغی پاکٹ بک" جماعت کے مناظراتی ادب کا بیش بہا سرمایہ ہے۔ مضمون نگار محترم خادم صاحب کے ایک مناظرہ کا ذکر کرتے ہیں جس میں بدزبان احراری مناظر لال حسین اختر کو بھاگتے ہی بن پڑی۔ مرحوم نے استاد امام دین گجراتی کا دیوان بانگ دہل بھی مرتب کیا تھا۔

حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب بہت منکسرالمزاج عالم تھے۔ انکے پاس زائرین کا تانتا لگا رہتا۔ لوگ سوال پر سوال کرتے لیکن آپکو کبھی کسی کو جھڑکتے یا سوالوں سے تنگ آتے نہیں دیکھا۔ عالم باعمل تھے اور حضرت مصلح موعودؓ کی غیرموجودگی میں خطبہ جمعہ بھی دیا کرتے تھے۔

حضرت مولوی ابوالعطاء صاحب کالج میں دینیات کے پروفیسر تھے۔ دوستوں میں ہلکی پھلکی باتوں کو ترجیح دیتے لیکن اگر کوئی علمی مسئلہ پر رائے مانگے تو سنجیدگی سے جواب دیتے۔ تکلف سے دور تھے۔ ماہنامہ "الفرقان" آپکا ایسا کارنامہ ہے جسکے غیراز جماعت علماء بھی قائل تھے۔ پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر اور شعبہ اسلامیات کے صدر علامہ علاؤالدین صدیقی برملا تعریف کرتے تھے۔ حضرت مولانا عربی میں بھی اسی طرح تقریر کرلیا کرتے تھے جیسے اردو میں مخاطب ہوں۔

★★اسی شمارہ میں سندھ کے عظیم صوفی حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی سے متعلق محترم حبدار علی ٹوٹانی صاحب کا مضمون بھی شامل اشاعت ہے۔ آپکے آباء ہرات سے سندھ آئے تھے جہاں آپ ۱۶۸۹ء میں ہالا حویلی میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی سے بہت عبادت گزار تھے اور کئی مرتبہ چلہ کشی کرچکے تھے۔ ۳۰ موضوعات پر مشتمل آپکا مجموعہ کلام "شاہ جو رسالو" نور تصوف سے منور ہے اور ایک پکے موحد اور سچے عاشق رسولؐ کا کلام ہے۔ آپکے کلام میں "ملاں" کو تنقید کو نشانہ بنایا گیا ہے کیونکہ آپکے نزدیک ملاں حق شناس نہیں ہے۔ ۲۴ دسمبر ۱۷۵۱ء کو آپکی وفات ہوئی۔ حاکم سندھ میاں غلام شاہ کلھوڑو نے آپکا مزار ۱۷۵۴ء میں تعمیر کروایا۔

★★روزنامہ "الفضل" ۴ جنوری کی ایک خبر کے مطابق ۱۴-و ۱۵ اکتوبر ۹۵ء کو مجلس نابینا ربوہ کے تحت علمی و ورزشی مقابلے کروائے گئے جن میں جھنگ سے بھی کرکٹ ٹیموں نے شرکت کی۔

★★اسی شمارہ کی ایک اور خبر کے مطابق سلسلہ کے دیرینہ خادم محترم چوہدری منیر احمد خان صاحب ۲۱ دسمبر کو وفات پاگئے۔ انہوں نے ۱۹ سال تک بطور امیر ضلع گجرات خدمات انجام دیں۔

★★روزنامہ "الفضل" ربوہ یکم جنوری ۹۶ء کے مطابق فضل عمر ہسپتال ربوہ کی لیبارٹری میں ایک جدید ترین جرمن مشین کا اضافہ ۲۵ دسمبر کو ہوا ہے جو خون کے ۲۱ ٹسٹ ۴۰ سیکنڈ میں پرنٹ کردے گی۔ پاکستان میں اپنی نوعیت کی یہ پہلی مشین ہے۔ یہ مشین ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب کی زیرنگرانی کام کرے گی جنہیں ہسپتال کی طرف سے جرمنی بھجواکر ٹریننگ دلوائی گئی ہے۔

★★اسی شمارہ میں محترم ڈاکٹر عبدالغفور زاہد صاحب کا ذکر خیر محترم عبدالرزاق صاحب نے کیا ہے۔ محترم ڈاکٹر صاحب ظاہری و باطنی حسن کا دلکش مرقع تھے۔ تعلیمی مراحل امتیاز کے ساتھ پاس کئے۔ پابندی وقت زندگی کا حصہ تھی۔ آپکی تشخیص برائے ضرورت آپریشن قبول عام کی سند حاصل کرچکی تھی۔ آپ مریض سے اخراجات ہسپتال میں بہت رعایت کرتے چنانچہ ایک مقامی اخبار نے آپکی وفات پر بہت عمدہ نوٹ شائع کیا کہ انکی وفات سرگودھا شہر اور نواحی علاقوں کا مشترکہ غم ہے۔ اس وقت ہسپتال کو انکے بڑے بیٹے ڈاکٹر انیس احمد شہزاد والد کے نقش قدم پر چلا رہے ہیں۔ مضمون نگار نے مرحوم کے اعلیٰ خلق کے کئی واقعات بیان کرنے کے بعد وہ وصیت لکھی ہے جو مرحوم نے وفات سے قبل بچوں کو کی تھی۔ یعنی اولاد کو عمدہ تعلیم دلوانی ہے، معاہدہ تحریری ہو اور اس میں سچ پر قائم رہنا ہے، لین دین کے معاملات صاف رکھنے ہیں، دنیوی مصروفیات میں سے وقت نکال کر نماز، قرآن کا ایک صفحہ اور کتب سلسلہ کا ایک صفحہ ضرور پڑھنا ہے۔ اللہ تعالیٰ محترم ڈاکٹر صاحب کی مغفرت فرمائے۔

بقیہ:۔ ہومیو پیتھی کلاس

ایسے مریض کو بےسلی نم (BACILLINUM) کی بجائے گرائنڈیلیا (GRINDELIA) چھوٹی طاقت میں دینا بہت مفید ہے، 6X میں بھی بہت اچھا کام کرتی ہے۔ اگر تشخیص درست ہو تو ایک خوراک سے ہی مریض ساری رات آرام سے سوئے گا لیکن اس تکلیف کا معدے اور اعصاب سے تعلق ہے۔ معدے میں اگر تیزاب زیادہ ہو جائے اور اعصاب میں تناؤ ہو تو نیند میں جھٹکا لگتا ہے۔ عام طور پر ڈایافرام دھڑک کر دل کی طرف جاتا ہے تو اس وقت دل بیٹھنے کا احساس ہوتا ہے اور بےجان ہو جاتا ہے یہ واضح پہچان ہے جو گرائنڈیلیا کی یاد کرواتی ہے لیکن اور دوائیں بھی مفید ہیں۔ بعض مریضوں کو آرسنک سے بھی فائدہ ہوا ہے۔ ٹوبرکولینم میں یہ عمومی مزاج پایا جاتا ہے اس میں سارے جسم کا جھٹکا نہیں ہے بلکہ جسم کے بعض عضلات کا دھڑکنا اور جھٹکے لگنا ہے لیکن اس کا نیند سے تعلق ہے۔ بعض مریض ایک کروٹ لیٹیں تو دوسری کروٹ دھڑکنے لگتی ہے اس طرف لیٹیں تو پہلی طرف دھڑکنے لگتی ہے۔ بعض ایسے مریض ہیں جو جس کروٹ بھی لیٹیں وہ طرف دھڑکنے لگتی ہے اور تشنج بھی شروع ہو جاتا ہے، اس کی ایک مثال سمی سی فیوجا (CIMICIFUJA) ہے اور دوسری مثال رےنن کولس بلبوسس (RANANCULUS BULB) ہے اس میں مریض بیہوش ہو جاتا ہے اور سخت تشنج ہوتا ہے اور اس میں جس کروٹ مریض لیٹا ہے اس کی دوسری طرف جھٹکوں سے مسلسل ہل رہی ہوتی ہے۔

حضور نے فرمایا کہ میوریٹک ایسڈ، آرسنک، فاسفورس کچھ مشترک اثر رکھتی ہیں لیکن ان کی الگ پہچان آسانی سے ہوسکتی ہے۔ ٹائیفائیڈ قسم کے LOW FEVER سے بہت کمزوری لاحق ہوجائے تو یہ کمزوریاں ان تینوں دواؤں کے اثر سے ٹھیک ہو سکتی ہیں اگر علامتیں ملتی ہوں۔

آرسنک میں لمبے گہرے بخار، گہری کمزوریاں اور اتنا کمزور ہو کہ جسم کو ہلا بھی نہ سکے تو سر یا آنکھیں بےچینی کے اظہار میں ہلاتا رہے گا۔

ایسڈفاس کی علامت کی کمزوری دماغ سے اور اعصاب سے شروع ہوکر رفتہ رفتہ عضلات (MUSCLES) میں اترتی ہے اور مریض دماغی لحاظ سے اتنا تھک جاتا ہے کہ توجہ کو برداشت نہیں کرسکتا۔ تھوڑی ہی دیر میں توجہ مرکوز کرکے تھک جاتا ہے۔ زور لگانے سے سر درد شروع ہو جاتا ہے۔ اعصاب پہلے جواب دیتے ہیں۔ سر کھوکھلا اور جسم بے جان ہو جاتا ہے۔ ایسڈفاس گنجے پن میں بھی شاید اسی لئے مفید ہے۔

میوریٹک ایسڈ کی کمزوری جسم سے شروع ہو کر بہت دیر میں دماغ تک پہنچتی ہے۔ جسم میں جان نہیں رہتی۔ جبڑے نیچے لٹک جاتے ہیں۔ سر تکیے سے ڈھلک کر نیچے آ جاتا ہے۔ OCCIPETAL HEADACHE اس کا نظر پر بھی اثر ہے۔ میوریٹک ایسڈ میں نظر دھندلا کر سر کے پچھلے حصے میں درد شروع ہو جاتا ہے۔ بعض بیماروں میں نظر آدھی رہ جاتی ہے۔ اوپر کا آدھا یا نیچے کا آدھا نظر نہیں آتا۔ یا دائیں کا نصف یا بائیں کا نصف نظر نہیں آتا۔ میوریٹک ایسڈ اس میں مفید ہے۔

لیکن اگر ایک طرف کی آنکھ میں تھرتھراہٹ نظر آئے اس میں رسٹاکس چوٹی کی دوا ہے ۲۰۰ یا ۱۰۰۰ میں گہرا اثر رکھنے والی ہے۔ کئی خطرناک بیماریوں سے بچا لیتی ہے۔

حضور نے فرمایا میرے پاس ایک مریض آیا جس کو لگتا تھا کہ نظر کی یہ خرابی لے بیٹھے گی۔ دس پندرہ دن ڈاکٹروں نے زور لگایا مگر ناکامی رہی۔ اس مریض کو رسٹاکس دی گئی چند دن میں اللہ کے فضل سے ٹھیک ہوگیا۔ حضور نے فرمایا یہ تیرہ چودہ سال قبل کا واقعہ ہے۔ خدا کے فضل سے وہ اب تک ٹھیک ہے۔

حضور انور نے فرمایا موقع پر صحیح دوا یاد آ جائے تو کئی شدید تکالیف سے ہومیوپیتھی بچا لیتی ہے۔

حضور نے فرمایا پیشاب کے ساتھ انتڑیوں کا باہر آجانا بھی میوریٹک ایسڈ کی علامت ہے۔

خریداران الفضل سے گزارش

کیا آپ نے نئے سال کا چندہ خریداری ادا کردیا ہے؟
اگر نہیں تو براہ کرم اپنی مقامی جماعت میں اس کی ادائیگی فرماکر رسید حاصل کریں اور اپنے ملک کے مرکزی شعبہ اشاعت کو مطلع کریں۔ رسید کٹواتے وقت اپنا AFC نمبر ضرور درج کروائیں۔ شکریہ (مینجر)

الفضل انٹرنیشنل میں اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں

Continental Fashions

گروس گیراؤ شہر کے عین وسط میں خواتین کی اپنی دوکان جس پر جدید طرز کے دیدہ زیب ملبوسات، ہر رنگ کے دوپٹے، چوڑیاں، بندیا، پازیب، بچوں کے جدید طرز کے گارمنٹس، فیشن جیولری اور کھلا کپڑا مناسب قیمت پر دستیاب ہے۔
آپ کی تشریف آوری کے منتظر

Continental Fashions
Walther rathenau Str. 6
64521 Gross Gerau
Germany
Tel: 06152-39832

دلچسپ خبریں

مکتوب آسٹریلیا

(مرتبہ: چوہدری خالد سیف اللہ خان، نمائندہ الفضل، آسٹریلیا)

امریکی ادارہ CIA نے چھٹی حس کی حقیقت تسلیم کرلی لیکن یہ جاسوسی کے لئے کارآمد نہیں

اللہ تعالیٰ نے انسانی روح کو کئی قسم کے خواص سے نوازا ہے۔ انسان کی پانچ حسیں تو مشہور ہیں جن کو حواس خمسہ کہا جاتا ہے یعنی دیکھنا، سننا، چکھنا، چھونا اور سونگھنا۔ لیکن ان کے علاوہ بھی ایک حس کبھی کبھار کام کرتی نظر آتی ہے، جس کو چھٹی حس یا ماورائے ادراک حسیہ (Extra-Sensory Perception) کہا جاتا ہے اور جس کا مخفف ESP اکثر استعمال ہوتا ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ انسان بعض دفعہ حواس خمسہ کو استعمال کئے بغیر پیغام دے سکتا ہے یا وصول کرسکتا ہے۔ ESP کا مطالعہ نفسیات کی برانچ پیراسائیکالوجی کا کام ہے لیکن اس کے وجود یا عدم وجود کے بارہ میں متضاد آراء پائی جاتی ہیں۔ ESP کی تین شاخیں ہیں ایک تو ٹیلی پیتھی ہے جس کے ذریعہ ایک شخص کے خیالات و جذبات دوسرا آدمی اسی وقت دور بیٹھے لاشعوری طور پر محسوس کر لیتا ہے دور کہیں ایک عزیز کو کوئی صدمہ پہنچا تو اسی وقت اس طرح کے جذبات اس کے کسی پیارے کے دل میں بھی پیدا ہو گئے۔ دوسری شاخ کو Clairvoyance کہتے ہیں۔ اس میں بعض چیزوں، واقعات یا اشخاص کی موجودگی کا بغیر حواس خمسہ کی مدد کے احساس ہو جاتا ہے۔ تیسری شاخ Precognition کہلاتی ہے جس کا مطلب ہے کہ پہلی دو شاخوں کی مدد سے آئندہ ہونے والے واقعات کا اندازہ لگانا۔ ان کے علاوہ ایک اور شاخ بھی ہے اس کو Psychokinesis کہتے ہیں۔ اس میں انسان محض اپنی ذہنی قوت کے ذریعہ مادی چیزوں پر اثر ڈالتا ہے اور اپنی قوت ارادی سے دیاسلائی وغیرہ کسی چیز کو نیچے گرا دیتا ہے (لیکن ان چیزوں کا نیکی و تقویٰ اور روحانیت سے کوئی تعلق نہیں)۔

جن دنوں امریکہ اور روس کی سرد جنگ جاری تھی تو سی آئی اے کو احساس ہوا کہ ہم شاید ESP کے استعمال میں روس سے پیچھے رہ گئے ہیں تو بقول پروفیسر JESSICA UTTS سی آئی اے نے کچھ ایسے آدمی بھرتی کئے جو اس علم کے شناسا ہونے کا دعویٰ کرتے تھے۔ MS UTTS جو کیلیفورنیا یونیورسٹی کی پروفیسر ہیں وہ بھی اس تحقیق میں شامل تھیں اس گروپ کے سپرد یہ کام کیا گیا کہ وہ اس علم کی مدد سے روس کے ایک سو سیاسی و فوجی نشانوں کا پتہ لگائیں ان میں وہ ۵۲ امریکی یرغمالی بھی شامل تھے جو ایران میں ۱۹۷۹ء میں ۴۴۴ دن تک محصور رہے۔ اس کے علاوہ ان کو روسی اور امریکی ہوائی جہازوں اور پانی کی تہہ میں آبدوزوں سے رابطہ کا فرض بھی سونپا گیا تھا۔ پروفیسر صاحبہ نے کہا کہ انہوں نے ان سب کوششوں کا بغور مطالعہ کیا ہے اور ان دستاویزات کے معائنہ کے بعد وہ کہہ سکتی ہیں کہ ایسے حتمی شواہد ملے ہیں جن سے یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ ESP (یعنی چھٹی حس) ایک حقیقت ہے اور یہ علم ایسا ہی ہے جیسے دوسرے سائنسی علوم۔

دوسری طرف امریکی SENATE APPROPRIATIONSCOMMITTEE نے بھی اس طرح کی تحقیق ایک دوسرے ادارہ کے سپرد کی تھی ان کا کہنا ہے کہ اگرچہ انہوں نے نہایت اہم شواہد ESP کے حق میں دیکھے ہیں لیکن یہ ایسے نہیں کہ ان کے ذریعہ کوئی قابل اعتماد راز نیشنل سیکورٹی کے مقصد کے لئے حاصل کئے جاسکیں بس لیبارٹری کی حد تک ہی یہ تجربات کچھ کامیاب کہے جاسکتے ہیں۔

(خبر ماخوذ ہیرلڈ و ABC TV پروگرام)

آسٹریلیا کی طرف سے دنیا کو فلو کے علاج کا تحفہ

عام زکام تو الرجی یا جراثیم وغیرہ سے لگتا ہے لیکن انفلوئنزا جسے مختصراً فلو کہا جاتا ہے ایک ایسے وائرس کی انفیکشن سے ہوتا ہے جو جلدی جلدی اپنی ہیئت بدل لیتا ہے (MUTATE) جسکی وجہ سے اس پر کوئی دوا کارگر نہیں ہوتی۔ جسم کا قدرتی مدافعتی نظام ہی وائرس کا مقابلہ کرتا ہے جو اپنی عمر پوری کرکے ختم ہوتا ہے اس لئے جب دوا سے زکام کو آرام نہ آئے تو کہتے تھے فلو ہوگیا ہے۔ ایک زمانہ میں یوں بھی زکام کو فلو کہنا فیشن ہوگیا تھا اور غریبوں کو زکام اور امیروں کو فلو ہوا کرتا تھا۔ یہ تو خیر ایک جملہ معترضہ تھا۔ واقعہ یوں ہے کہ ۱۹۷۰ء کی دہائی کے آخر میں ڈاکٹر لیور LAVER نے معلوم کیا کہ فلو کے وائرس کا ایک حصہ ایسا بھی ہے جو متغیر نہیں ہوتا چنانچہ وائرس کا پروٹین کرسٹل کی شکل میں اکٹھا کیا گیا۔ ۱۹۸۲ء میں ڈاکٹر کولمین نے اس مالیکیول کو کروڑوں گنا بڑا کیا تاکہ دوا اس جگہ پہنچائی جائے جو تبدیل نہیں ہوتی چنانچہ وہ جگہ اور دوا دریافت کرلی گئی لیکن یہ دوا وائرس کو ختم نہیں کرے گی بلکہ اس کی افزائش کو آہستہ کردے گی اور اس طرح جسم کا مدافعتی نظام آسانی سے وائرس کو ختم کرسکے گا۔

یہ دوا جو فلو کے خلاف ۹۵% موثر سمجھی جاتی ہے تین سال تک گلیکسو ویلکم کے ذریعہ مارکیٹ میں آجائے گی۔

الفضل انٹرنیشنل کے خود بھی خریدار بنئے اور اپنے غیر از جماعت دوستوں کے نام بھی لگوائیے۔ یہ بھی دعوت الی اللہ کا ایک مفید ذریعہ ہے۔

MUSLIM TELEVISION AHMADIYYA

Muslim TV AHMADIYYA

Muslim Television Ahmadiyya
Programme Schedule for Transmission from London
15th March - 28th March 1996

Friday 15th March 1996

11.30	Tilawat
11.45	Dars-ul-Hadith
12.00	M.T.A Variety: Hamari Kaenat, No.13
12.30	Learning Languages with Huzur Lesson 78, part 2
1.00	Tilawat
1.10	MTA News
1.30	*Friday Sermon - Hadhrat Khalifatul Masih IV - Live from London
2.40	Nazm
2.50	*Mulaqat with Huzoor (Urdu).
3.50	*Liqaa Ma'al Arab
4.50	Tomorrow's Programmes.

Saturday 16th March 1996

11.30	Tilawat.
11.45	Darsul Hadith
12.00	MTA Variety - German programme
1.00	MTA News
1.30	Around the Globe: Tech Talk
2.00	Tilawat
2.10	Children's Corner: - Mulaqat
3.05	M.T.A Variety: Quiz Programme, Ahmad Nagar Vs. Mujahid Abad
3.50	*Liqaa Ma'al Arab
4.50	Tomorrow's Programmes.
4.55	Qaseedah

Sunday 17th March 1996

11.30	Tilawat
11.45	Darsul Malfoozat
12.00	MTA Variety German Programme
1.00	MTA News
1.30	A Letter from London
2.00	Tilawat
2.05	*Mulaqat: Huzoor meets English speaking friends.
3.15	M.T.A Variety: Darwaish Shaikh Abdul Hameed.
3.50	*Liqaa Ma'al Arab
4:50	Tomorrow's Programmes.

Monday 18th March 1996

11.30	Tilawat
11.45	Darsul Malfoozat
12.00	Dil Bar Mera Yehi Hai - Ch Hadi Ali Sb
12.30	Learning Languages with Huzur Lesson 79, Part 1
1:00	M.T.A. News
1.30	Around the Globe: Nasirat Spotrs.
2.00	Tilawat
2.10	Tarjumatul Qur'an Class No 119
3.15	MTA Variety: A talk with Munir Ahmad Farooq.
3.50	*Liqaa Ma'al Arab
4.50	Qaseedah
4.55	Tomorrow's Programmes

Tuesday 19th March 1996

11.30	Tilawat
11.45	Seeratun Nabi (SAW)
12.00	Medical Matters
12.30	Learning Languages With Huzur Lesson 79, Part 2
1.00	MTA News
1.30	Around the Globe: Ijtema Khuddam Ul Ahmadiyya Rabwah.
2.00	Tilawat
2.10	Tarjamatul Qur'an Class No 120.
3.15	MTA Variety: Mushairah.
3.50	*Liqaa Ma'al Arab
4.50	Tomorrow's Programmes.

Wednesday 20th March 1996

11.30	Tilawat
11.45	Darsul Hadith
12.00	MTA Variety: Speech Islam and Other Religions, by Noor Ahmad
12.30	Learning Languages with Huzur Lesson 80, Part 1
1.00	MTA News
1.30	Around the Globe: Speech by Sayyed A. Ali Shah.
2.00	Tilawat
2.05	Natural Cure: Homeopathy Class No 147
3.10	M.T.A Variety: Bait Bazi, Sargodah Vs. Karachi.
3.50	*Liqaa Ma'al Arab
4.50	Tomorrow's Programmes.

Thursday 21st March 1996

11.30	Tilawat
11.45	Darsul Malfoozat
12.00	Medical Matters
12.30	Learning Languages with Huzur Lesson 80, part 2
1.00	M.T.A News
1.30	Around the Globe
2.00	Tilawat
2.05	Natural Cure: Homeopathy Class No 148
3.05	M.T.A Variety: Yassarnal Quran
3.30	Children's Corner: Hikayat e Sheereen
3:50	*Liqaa Ma'al Arab
4.50	Tomorrow's Programmes

Friday 22nd March 1996

11.30	Tilawat
11.45	Dars-ul-Hadith
12.00	M.T.A Variety: Hamari Kaenat, No.14
12.30	Learning Languages with Huzur Lesson 81, part 1
1.00	Tilawat
1.10	MTA News
1.30	*Friday Sermon - Hadhrat Khalifatul Masih IV - Live from London
2.40	Nazm
2.50	*Mulaqat with Huzoor (Urdu).
3.50	*Liqaa Ma'al Arab
4.50	Tomorrow's Programmes.

Saturday 23rd March 1996

11.30	Tilawat.
11.45	Darsul Hadith
12.00	MTA Variety - Masihe Maud's Day
1.00	MTA News
1.30	Around the Globe: waqfe Nau Programme (German)
2.00	Tilawat
2.10	Children's Corner: - Mulaqat
3.05	M.T.A Variety: Quiz Programme, Boora Wala Vs. kot Abdul Malik
3.50	*Liqaa Ma'al Arab
4.50	Tomorrow's Programmes.
4.55	Qaseedah

Sunday 24th March 1996

11.30	Tilawat
11.45	Darsul Malfoozat
12.00	MTA Variety: Question answers session with Huzoor, Held in Germany, Part 1.
1.00	MTA News
1.30	A Letter from London
2.00	Tilawat
2.10	*Mulaqat: Huzoor meets English speaking friends.
3.15	M.T.A Variety: Introduction of Qadian, by M. Muhammad Ali., Part 2
3.50	*Liqaa Ma'al Arab
4:50	Tomorrow's Programmes.

Monday 25th March 1996

11.30	Tilawat
11.45	Darsul Malfoozat
12.00	Dil Bar Mera Yehi Hai - Ch Hadi Ali Sb
12.30	Learning Languages with Huzur Lesson 81, Part 2
1:00	M.T.A. News
1.30	Around the Globe: Sports, Atfal and Nasirat.
2.00	Tilawat
2.10	Tarjumatul Qur'an Class No 121
3.15	MTA Variety: An Interview with Mian Laal Din.
3.50	*Liqaa Ma'al Arab
4.50	Qaseedah
4.55	Tomorrow's Programmes

Tuesday 26th March 1996

11.30	Tilawat
11.45	Seeratun Nabi (SAW)
12.00	Medical Matters
12.30	Learning Languages With Huzur Lesson 82, Part 1
1.00	MTA News
1.30	Around the Globe: Speechby Dr. Abdul Khaliq.
2.00	Tilawat
2.10	Tarjamatul Qur'an Class No 122
3.15	MTA Variety
3.50	*Liqaa Ma'al Arab
4.50	Tomorrow's Programmes.

Wednesday 27th March 1996

11.30	Tilawat
11.45	Darsul Hadith
12.00	MTA Variety
12.30	Learning Languages with Huzur Lesson 82, Part 2
1.00	MTA News
1.30	Face to Face: An Interview of Chaudhary Muhammad Sadiq, By B. Ahmad Rafiq.
2.00	Natural Cure: Homeopathy Class No 149
3.05	M.T.A Variety: Quiz Tazkaratu Shahadatain, of the Promised Messaih.
3.50	*Liqaa Ma'al Arab
4.50	Tomorrow's Programmes.

Thursday 28th March 1996

11.30	Tilawat
11.45	Darsul Malfoozat
12.00	Medical Matters
12.30	Learning Languages with Huzur Lesson 83, part 1
1.00	M.T.A News
1.30	Around the Globe: speech by S. Khalid.
2.00	Natural Cure: Homeopathy Class No 150
3.05	M.T.A Variety: Yassarnal Quran
3.30	Children's Corner: Hikayat e Sheereen
3:50	*Liqaa Ma'al Arab
4.50	Tomorrow's Programmes

Programmes or their timings may change without prior notice.

** Simultaneous Translations are available for the following programmes in Urdu, English, Arabic, French, Bengali, Turkish.*

Friday Sermon - Mulaqat - Tarjamatul Quran Class - and Liqaa Ma'al Arab

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K)

ISSN: 1352 9587

☎ (0) 181 870 8517

Fax: (0) 181 870 1095

Vol. 3 Friday, March 22, 1996 No. 12

حاصل مطالعہ

جماعت احمدیہ مسلمہ کے متعلق شرپسند ملاؤں کی طرف سے سراسر جھوٹ اور افتراء پر مبنی یہ شرانگیز پراپیگنڈا کیا جاتا ہے کہ احمدیوں کا کلمہ الگ ہے (نعوذباللہ من ذالک) حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ہمارا کلمہ تو وہی ہے جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا۔ یعنی لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ یہی وہ کلمہ ہے جس سے وابستگی اور جس کے تقدس کی حفاظت کی خاطر احمدیوں نے جنرل ضیاء کے دور میں خصوصاً اور آج تک بھی ہر قسم کی مالی، جانی، بدنی قربانیاں دی ہیں اور دیتی چلی جارہی ہے۔ اور یہی وہ کلمہ طیبہ ہے جسے خود کو مسلمان کہنے والے ملاؤں اور حکومت کے نمائندوں نے احمدیہ مساجد سے مٹایا، اس پر سیاہیاں پھیریں، احمدیوں کے سینوں پر سے نوچا، اس مقدس کلمہ کے بیج نوچ کر پیروں تلے روندے اور بہت سے احمدیوں کو جیلوں میں ڈالا گیا اور شدید بدنی اذیتیں دی گئیں۔ مگر پھر بھی احمدیوں کو یہ جھوٹا الزام دیا گیا کہ احمدیوں کا کلمہ الگ ہے۔ خود اس اسلامی جمہوریہ پاکستان میں کس قسم کی تحریریں آج بھی چھپتی ہیں اس کا ایک نمونہ ذیل میں درج ہے جو روزنامہ نوائے وقت ۲۹ دسمبر ۱۹۹۵ء سے ماخوذ ہے۔ اس میں معروف کالم نگار میاں عبدالرشید اپنے کالم "نور بصیرت" میں "ہمہ اوست" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

"سید غوث علی شاہ قلندر فرماتے ہیں:

ایک بار شہر بریلی میں شاہ نیاز احمد سے ملاقات ہوئی، چند روز ان کے پاس ٹھہرے۔ ایک دن میاں صاحب فرمانے لگے، تم ہمہ اوست کیوں نہیں کہتے؟ ہم نے عرض کیا جو کہتے ہیں، وہ قالی اور خالی ہیں اور جو حالی ہیں وہ کہتے نہیں۔ دوسرے ہم ٹھہرے طالب اگر ہمہ اوست کہیں تو طلب کس کی کریں"۔

"مولانا صاحب تو چپ رہے مگر ان کے خلیفہ بولے ہمارے حجرے میں آؤ۔ ہم آپ کو توجہ دیں گے۔ ہم نے کہا بسم اللہ! وہ حجرہ میں توجہ دینے بیٹھے تو ہم نے کہا اس وقت تو آپ بالکل اپنے پیرومرشد مولانا شاہ نیاز احمد معلوم ہوتے ہیں۔ بولے! استغفراللہ! ذرہ کو آفتاب سے کیا نسبت۔ ہم نے کہا سبحان اللہ خدا بننے کو تو آپ تیار ہیں مگر نیاز احمد نہیں بن سکتے"۔

ایک اور واقعہ یوں بیان کیا ہے:

"لدھیانہ میں محکم الدین شاہ کے مکان پر گئے ہم نے پوچھا حضرت کا اسم شریف؟ بولے "خدا"۔ ہم نے کہا سبحان اللہ! ہم تو آپ کو آسمان پر تلاش کرتے تھے، آپ زمین پر ہی نکلے۔ پھر ہمارا نام پوچھا ہم نے کہا "آپ کیسے خدا ہیں کہ اپنی مخلوق کا نام بھی نہیں جانتے"۔ ذرا تامل کیا اور سوچ کر بولے۔ "تم غوث علی ہو، تمہارے والد کا نام احمد حسن اور دادا کا نام ظہورالحسن ہے"۔ ہم کہا "بس بس معلوم ہو گیا۔ آپ رمالی خدا ہیں، جب تک زائچہ نہیں کھینچتے کچھ معلوم نہیں ہوتا"۔

"اتنے میں ایک شخص مرید ہونے کو آیا۔ بعد بیعت اس سے کہا "پڑھ لا الہ الا اللہ محکم الدین رسول اللہ" ہم نے کہا بس صاحب رسول تو مدینہ والے ہی کو رہنے دیجئے۔ وہاں آپ کی دال نہیں گلے گی۔ خدا ہی بنے رہئے۔ آپ سے پہلے اور بھی کئی خدا بن چکے ہیں۔ فرعون، نمرود، شداد وغیرہ"، (تذکرہ غوثیہ)۔

"صحیفہ محبوب" کے مرتب لکھتے ہیں:

"سائیں توکل شاہ صاحب نے فرمایا۔ ابھی میں نابالغ یا قریب بلوغ تھا۔ لدھیانہ میں ایک شخص محکم الدین کی شہرت سن کر اس کے پاس گیا۔ وہ اپنے مریدوں سے یہ کلمہ پڑھواتا تھا، لاالہ الا اللہ محکم الدین رسول اللہ۔ مجھے اس کا یہ کلمہ پڑھوانا پسند نہ آیا۔ میں یقیناً جانتا تھا کہ محمدؐ رسول اللہ کے سوائے اور کوئی اس کلمہ میں داخل ہونے کا حق نہیں رکھتا۔

"ایک بار ایک شخص سائیں توکل شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور آتے ہی آپ کے سامنے سجدہ میں گر پڑا۔ آپ بہت ناراض ہوئے اور فرمایا "خدا خدا ہے اور بندہ بندہ۔ سجدہ غیراللہ کو کرنا منع ہے" اس نے کہا میں تو سجدہ کروں گا، ادھر بھی وہی ہے، ادھر بھی وہی ہے دوئی کہاں ہے"۔ چند روز بعد اسکے مالی حالات خراب ہو گئے پھر ایک روز حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا "میرے لئے دعا کریں"۔ آپ نے فرمایا دعا کس سے کروں۔ تم تو خود ہی خدا ہو۔ خدا کو دعاؤں کی کیا ضرورت ہے؟ بہت رویا۔ آپ نے فرمایا "بس دو دن کے فاقہ ہی سے دوئی آگئی اور ساری خدائی جاتی رہی"۔

(روزنامہ نوائے وقت ۲۹ دسمبر ۱۹۹۵ء)

خریداران سے گزارش

اپنے پتہ کی تبدیلی یا تصحیح کے لئے اطلاع دیتے وقت ایڈریس لیبل پر درج AFC حوالہ نمبر ضرور درج کریں شکریہ

(مینیجر)

Kenssy

Fried Chicken

TELEPHONE 0181-539 3773

589 HIGH ROAD,

LEYTONESTONE,

LONDON E11 4PB

PROPRIETOR: MASOOD HAYAT

مجلس خدام الاحمدیہ برطانیہ کے زیر انتظام

منفرد حیثیت کا حامل خصوصی اجتماع

لندن (۱۰ مارچ) مجلس خدام الاحمدیہ برطانیہ کے زیر انتظام دو روزہ اجتماع ۹ اور ۱۰ مارچ کو اسلام آباد میں منعقد ہو کر بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔ یہ اجتماع خدام الاحمدیہ کی تاریخ میں اپنی نوعیت کا پہلا اجتماع تھا۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے گزشتہ سال خدام الاحمدیہ برطانیہ کے سالانہ اجتماع کے موقعہ پر اختتامی خطاب میں اجتماع میں شامل ہونے والے خدام کی تعداد کے پیش نظر ہدایت فرمائی کہ بہت سے خدام ایسے ہیں جو اس اجتماع میں شامل نہیں ہوئے۔ خدام الاحمدیہ کو چاہئے کہ وہ دوران سال ایک الگ اجتماع صرف ان خدام کے لئے منعقد کرے جو اجتماع میں شامل نہیں ہوئے اور اس اجتماع کے تمام انتظامات بھی وہ نئے آنے والے خدام ہی کریں۔ صرف صدر خدام الاحمدیہ ان کے ساتھ رہنمائی کے طور پر شامل ہوں۔ حضور ایدہ اللہ کی اس ہدایت کی تعمیل میں اس دو روزہ اجتماع کا خصوصی انعقاد کیا گیا تھا۔ ۱۰ مارچ کو اجتماع کی اختتامی تقریب میں اجتماع کے ناظم اعلیٰ مکرم مظفر احمد صاحب نے اپنی رپورٹ میں بتایا کہ یہ نہایت اہم اور محنت طلب کام تھا اور ہمارا اندازہ تھا کہ ڈیڑھ صد کے قریب خدام اس اجتماع میں شامل ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی فضل فرمایا اور شعبہ رجسٹریشن کی رپورٹ کے مطابق ۲۸۰ خدام اس اجتماع میں شامل ہوئے ہیں اور اس اجتماع کے تمام انتظامات نئی انتظامیہ نے کئے اور بہت سے اچھے منتظم ابھر کر سامنے آئے ہیں۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے اختتامی خطاب میں فرمایا کہ الحمدللہ خدام کے اجتماع کے اس نئے تجربے نے کامیابی حاصل کی۔ یہ اجتماع خدام الاحمدیہ کے آغاز سے لے کر اب تک اپنی نوعیت کا پہلا اجتماع تھا۔ ایسا اجتماع پہلے کبھی نہیں ہوا۔ حضور نے فرمایا کہ خدام الاحمدیہ برطانیہ کے گزشتہ سالانہ اجتماع کے موقعہ پر یکدم جیسے آسمان سے کوئی بات دل میں ڈالی جاتی ہے مجھے خیال آیا کہ اگر ہم ہر سال کے اجتماع میں شامل ہونے والے خدام کی تعداد میں معمولی اضافہ پر خوش ہوتے رہے تو بہت سے خدام جو سایوں میں رہتے ہیں وہ ہمیشہ اوجھل ہی رہیں گے اس لئے ان کے لئے خصوصی طور پر ایک الگ اجتماع منعقد ہونا چاہئے۔ حضور نے فرمایا کہ اس وقت مجھے بھی یہ اندازہ نہیں تھا کہ اتنی بڑی تعداد خدام کی مساعی سے باہر ہوگی۔ یہ بڑا محنت طلب کام تھا لیکن صدر خدام الاحمدیہ اور ان کے ساتھیوں نے بڑی محنت اور اخلاص کے ساتھ اور فرمانبرداری کی روح کے ساتھ کام کیا اور جو نئی انتظامیہ ان خدام میں سے بنائی گئی ہے جو پہلے اجتماعات میں شامل ہو کر حصہ نہیں لیا کرتے تھے اس نے بھی بہت عمدگی سے کام کیا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ میں اپنے تجربہ سے جانتا ہوں کہ جب بھی احمدیوں سے خدا کے نام پر صحیح طریق پر رابطہ کیا جائے تو ان کا ردعمل ہمیشہ بہت اچھا ہوتا ہے اور بسا اوقات جب وہ جماعت سے رابطہ میں آتے ہیں تو بہت سے پہلوں کو بھی نیکیوں کے میدان میں پیچھے چھوڑ جاتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ جو خدام اس اجتماع میں شامل ہوئے ہیں ان سب کے متعلق یہ کہنا درست نہیں ہوگا کہ وہ پہلی دفعہ خدمت کے میدان میں آئے ہیں بلکہ ان میں سے بہت سے ایسے ہیں جو بعض خاص مواقع پر خدمت کے لئے آتے رہے ہیں لیکن پھر بھی بعض چہرے ایسے ہیں جو پہلے مجھے نظر نہیں آئے اور میں انہیں آئندہ اپنی نظروں سے اوجھل نہیں دیکھنا چاہتا۔

حضور ایدہ اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث بھی بیان فرمائی کہ اگر کوئی شخص کسی صحرا میں سفر کر رہا ہو، وہ کہیں آرام کے لئے لیٹے اور جس اونٹنی پر اس کا سارا ساز و سامان ہو وہ کہیں کھو جائے تو وہ سخت پریشان ہوتا ہے لیکن پھر اسے اچانک اپنی اونٹنی مع سامان کے مل جائے تو اس اونٹنی کے ملنے پر جتنی خوشی اس شخص کو ہوتی ہے اس سے زیادہ خوشی خدا تعالیٰ کو اپنے اس بندے کی توبہ سے ہوتی ہے جو بھٹکا ہوا ہوتا ہے اور پھر خدا کی طرف متوجہ ہو کر اس کے پاس آتا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ مجھے اس تعداد سے خوشی ہوئی ہے کہ خدا کے گھر کے اتنے زیادہ شیر جو ہم سے گمشدہ تھے وہ مل گئے ہیں اور ان میں بیداری پیدا ہوئی ہے۔ حضور نے توقع ظاہر فرمائی کہ اب جبکہ ایک دفعہ آپ خدا کے حضور حاضر ہو گئے ہیں اور اس کے دین کی خدمت میں لگ گئے ہیں تو اب آئندہ کبھی اس سے دور نہیں ہونگے اور ہمیشہ جماعت کی خدمت میں مشغول رہیں گے۔

حضور ایدہ اللہ نے خدام الاحمدیہ کو ہدایت فرمائی کہ ابتدائی دینی معلومات کے خصوصی کورسز شروع کئے جائیں اور نماز اور اس سے متعلقہ مسائل کو تفصیل سے ہر ایک کے ذہن نشین کیا جائے۔ حضور نے خدام کو نمازوں کے قیام اور درود شریف کے پڑھنے کی طرف خصوصیت سے توجہ دلائی اور فرمایا کہ ہمیشہ خدا تعالیٰ کے احسانات پر نظر رکھیں اور حضرت محمدؐ رسول اللہ پر درود بھیجیں۔ خطاب کے آخر پر حضور ایدہ اللہ نے تمام حاضر خدام کو شرف مصافحہ سے نوازا۔

اس اجتماع میں مختلف علمی و ورزشی مقابلہ جات کے علاوہ ۹ مارچ کو ایک مجلس عرفان ہوئی جس میں حضور ایدہ اللہ نے خدام کے سوالات کے جوابات ارشاد فرمائے اور خدام کی طرف سے مارشل آرٹ کے ایک مظاہرہ کو دیکھا۔ ۱۰ مارچ کو ازراہ شفقت حضور ایدہ اللہ نے خدام کے بعض ورزشی مقابلہ جات کو ملاحظہ فرمایا اور خدام کی حوصلہ افزائی فرمائی اور اختتامی تقریب میں مقابلہ جات میں امتیازی حیثیت حاصل کرنے والوں میں انعامات تقسیم فرمائے۔

سیٹنگ و ڈیزائننگ۔ خلیفہ رواح الدین احمد